سلسلۂ دار التصنیف کی تیسری کتاب

امام زین العابدینؑ

کی

سیاسی زندگی

رازہائے درون پردہ کا انکشاف

ائمہ اہل بیت کی صحیح تصویر

ناقص تصویر کشی کی تکمیل

مؤلفہ

سید محمد باقر شمس لکھنوی

سلسلۂ دار التصنیف کی تیسری کتاب

امام زین العابدینؑ کی سیاسی زندگی

رازہائے درون پردہ کا انکشاف

ائمہ اہل بیت کی صحیح تصویر

ناقص تصویر کشی کی تکمیل

مرتّبہ

محمد باقر شمس لکھنوی

مطبوعہ

ضیا پریس کراچی

ملنے کا پتہ:- دار التصنیف، ۳۰ سی - رضویہ کالونی - کراچی ۱۹

قیمت علاوہ محصول ڈاک ـــــــــ ایک روپیہ

دیباچہ

مسلمانوں نے عام طور پر تمام آئمہ اہل بیت اور خاص طور پر امام حسین کے بعد کے آئمہ کی جو تصویر کشی کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسند درس و محراب عبادت کے لوگ تھے جنھیں سیاست سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ خصوصیت سے امام زین العابدین علیہ السلام کے علم و تقویٰ کثرت عبادت خدمتِ خلق اور بنظیر دعاؤں کے علاوہ ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ وہ واقعہ کربلا سے اتنا متاثر ہوئے کہ ساری زندگی رونے میں گذار دی ان کے سیاسی کارنامے ہمیں نہیں معلوم جن کی بدولت آج اسلام زندہ ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کا مدت سے خیال تھا۔

محرک | اتفاق سے سال گذشتہ ایڈیٹر پیام عمل نے خط لکھا:۔ کہ رسالہ کا سید سجاد نمبر نکلنے والا ہے اس میں تمہارا مضمون بھی ہونا چاہیے اس تحریک نے اس دیرینہ خیال کو عملی جامہ پہنانے کا موقع دیا اور میں نے امام کی سیاسی زندگی پر مضمون لکھنا شروع کیا لیکن وہ خلاف توقع پھیلتا گیا اور رسالہ کے تحمل سے باہر ہو گیا انھوں نے تقاضا بھی کیا مگر میرے پاس کوئی جواب نہ تھا کیونکہ وہ مضمون کتاب بن چکا تھا۔

اب سے تقریباً بارہ سال قبل دار التصنیف کا قیام اس غرض سے عمل میں لایا گیا تھا کہ نئے موضوع پر اچھی کتابیں شائع کی جائیں گی لیکن بعض وجوہ سے اس پر خاطر خواہ عمل نہ ہو سکا اب تعطل کو دور کرنے کا خیال ہوا تو سب سے پہلے یہی کتاب تجویز ہوئی۔ اس موضوع میں یہ پہلی کوشش ہے آئندہ انشاء اللہ دیگر حضرات اس سے بہتر لکھیں گے۔ فقط

شمس
ذرۂ ناچیز:۔

باسمہٖ سبحانہٗ

مقدّمہ

اسلام کا تعارف

اسلام ایک نظامِ تمدّن ہے اور تمدّن نام ہے اس نظامِ حیات کا جس کے قوانین پر عمل کرنے سے انفرادی اور اجتماعی زندگی کی تشکیل ہوتی ہے۔

اسلامی تمدن میں حاکم اعلیٰ خدا ہے اور تمام انسان آپس میں برابر اور بھائی بھائی ہیں۔ تفوق و برتری کا معیار سیرت و کردار ہے جس میں سب کو یکساں طور پر بلندی حاصل کرنے کا موقع ہے لیکن دولت و ثروت سے شان و شوکت اور تفوق و برتری حاصل کرنے کی ممانعت ہے۔ سونے چاندی کے برتن اور ریشمی کپڑوں کا استعمال حرام ہے کھانے پینے میں اسراف کی مذمت ہے اور اپنے پڑوسی کی دیوار سے دیوار بلند کرنے کی اجازت نہیں۔

دولت مندوں کے زائد مال سے خمس و زکوٰۃ اور حکومت کی دوسری آمدنی۔ فے، عشر، جزیہ، خراج، غنیمت، ردّ مظالم، صدقات۔ وغیرہ مالِ مسلمین ہے جس میں ہر مسلمان کا اتنا ہی حصّہ ہے جتنی اس کو احتیاج ہے۔ کسی کو اس کی ضرورت سے زیادہ دینے کے یہ معنی ہیں کہ دوسرے کے حصّہ میں سے دیا گیا اور جس کا حق تلف ہوا اس کا مواخذہ دینے والے پر ہے۔

اس طرح اسلام نے ہموار سطح پر ایک تمدّن کی بنیاد رکھی اور راست گفتاری

درست کرداری وفائے عہد عدل وانصاف کے قوانین سے اس کو استوار کیا کچھ اللہ اور کچھ بندوں کے حقوق کا پابند کرکے انسان کو مفید شہری بنایا۔

نزولِ قرآن اور بعثتِ نبوی کی غرض

اسی تمدن کا قیام اسلام کا حاصل نزول قرآن کا مقصد اور بعثتِ نبوی کی غرض ہے۔ یہی حکومت الٰہیہ ہے جس میں پیغمبر کو بھی خواہش نفس سے حکم دینے کی اجازت نہیں۔

نبوّت و سیاست

کسی نظام کو چلانے کے لئے سیاست سب سے ضروری ہے۔ لہٰذا نبی سیاست میں بھی سب سے بلند ہوتا ہے۔

امامت و سیاست

نبی کے بعد اس کے نائب خلیفہ یا امام کو کمالات نبوت میں نبی سے قریب تر اور امت میں سب سے برتر ہونا چاہئے جس میں سیاست بھی داخل ہے۔

امامت کی تعریف

خود امامت کی تعریف میں سیاست کا مفہوم موجود ہے یعنی ھی ریاسة عامة تامة فی امور الدین والدنیا نیابة عن النبی وہ ریاست عامہ تامہ ہے امور دین و دنیا میں نبی کی نیابت میں اور ریاست بغیر سیاست کے نہیں ہو سکتی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سیاست کا مفہوم بھی سمجھ لیا جائے۔

سیاست کی تعریف

کتب لغات و اخلاق میں سیاست کے دو معنی لکھے ہیں۔

(۱) وہ اصلاح جو خلق کے لئے نجاتِ آخرت کا ذریعہ ہو۔

(۲) تدبیر معیشت عمومیت کے ساتھ عدل و راستی کی بنیادوں پر۔

اسلامی سیاست

اسلامی سیاست کا منشاء خدا کی حاکمیت میں اسلامی تمدن کا قیام ہے جس میں نجاتِ آخرت تدبیر معیشت بلکہ ہر شعبۂ زندگی میں احکام الٰہی پر عمل ہو۔ یہی بعثت نبوی کی غرض ہے نبی کے بعد اس کے نائب

یا خلیفہ کی سیاسی کامیابی یہ ہے کہ وہ نبی کے طریقے پر اسلامی ریاست کو چلائے۔

ملوکانہ سیاست اس کے مقابلہ میں سیاست کا ایک مفہوم اور بھی ہے جس کے اصول اور طریقے مکیاولی نے بیان کرکے اس کو بھی ایک فن بنا دیا ہے اور وہ مکر و فریب، فتنہ و فساد، قتل و غارت کی ہر صورت کو موقع سے کام میں لاکر اقتدار حاصل کرلینا۔ حقیقت میں یہ تدلیس ہے۔ سیاست تدبیر صحیح کو کہتے ہیں جو حق و راستی سے متجاوز نہ ہو لیکن ان طریقوں سے کامیابی حاصل کرلینے کو بھی لوگ سیاست کہتے ہیں اس لئے ہم نے اسے ملوکانہ سیاست سے تعبیر کیا۔

پیغمبر کا اصلی فریضہ یہاں ایک بات اور سمجھ لیجئے پیغمبرانہ سیاست اگرچہ زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے لیکن اگر ملوکانہ سیاست تدبیر معیشت عام پر قبضہ کرلے تو پیغمبر اس کو چھوڑ سکتا ہے لیکن ہدایت خلق اور تدبیر نجات سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔

ملوکانہ سیاست اور نجاتِ آخرت ملوکانہ سیاست اگر نجات آخرت کا لحاظ کرے تو ایک قدم نہیں چل سکتی اس لئے وہ اس کی طرف سے آنکھ بند کرکے سب کچھ کر ڈالتی ہے ان دونوں کی واضح مثال علی و معاویہ ہیں۔

معاویہ اور اُن کی سیاست

معاویہ کا قبیلہ اور اس میں خاص ان کا گھر بنی ہاشم کا پرانا حریف تھا سب سے زیادہ اذیتیں انھیں سے رسول کو پہنچیں اور سب سے زیادہ انھیں کے آدمی شمشیر اسلام سے قتل ہوئے انھیں محمد ہاشمی کی اطاعت سے عار تھا اور جب تک اسلام کی قوت ناقابل شکست نہیں ہوئی اس وقت تک وہ برسر پیکار رہے۔

معاویہ کا اسلام فتح مکہ کے دن عباس عم رسول کے مشورے سے ان لوگوں

نے مجبوراً اسلام لانے کا اعلان کر دیا اور ان کو مولفۃ القلوب میں قرار دیا گیا یعنی ان کے اسلام کو نہ تسلیم کرتے ہوئے جماعت مسلمین میں شامل کر لیا گیا انھیں کا دوسرا نام طلقاء ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ واجب القتل تھے مگر ترحم نبوی سے چھوڑ دیئے گئے

ابوسفیان و معاویہ کی اسلام دشمنی یہ پورا خاندان جیسا پہلے دشمن اسلام تھا ویسا ہی قبول اسلام کے بعد بھی رہا جس کا اظہار ان کے اقوال و افعال سے ہوتا رہا۔ علامہ ابن عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں کہ جنگ یرموک میں جب رومی سخت حملہ کر کے مسلمانوں کو پیچھے ڈھکیلتے تھے تو ابوسفیان کہتے تھے ایہہ بنو الاصفر۔ شاباش رومیو اور جب مسلمانوں نے ان کو پسپا کرنا شروع کیا تو اس نے بڑی حسرت سے یہ شعر پڑھا ؎

وبنو الاصفر الملوک ملوک   الروم لم یبق منھم مذکور

ہائے افسوس روم کے بادشاہوں کا نام مٹ رہا ہے عبد اللہ بن زبیر وہیں موجود تھے انھوں نے یہ واقعہ اپنے باپ سے بیان کیا تو انھوں نے کہا۔

"خدا اس سے سمجھے یہ نفاق سے باز نہیں آئے گا کیا ہم اس کے لئے رومیوں سے بہتر نہیں ہیں"

ایک اور واقعہ انھیں علامہ ابن عبد البر نے یہ لکھا ہے کہ جب حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو ابوسفیان ان کے پاس آئے اور کہا۔

"عرصہ کے بعد خلافت تم تک پہنچی ہے اسے گیند کی طرح جدھر چاہو گردش دو اور بنی امیہ کے ذریعہ اس کی بنیادوں کو مضبوط کرو جو کچھ ہے وہ یہی دنیاوی سلطنت ہے رہ گئی جنت اور دوزخ اس کو میں کچھ نہیں سمجھتا"

معاویہ اسی باپ کے بیٹے تھے اسی طرح کے اقوال ان کے بھی تاریخ میں ملتے ہیں یہاں صرف ایک واقعہ بیان کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

معاویہ اور توہین رسول | زبیر بن بکار نے موفقیات میں مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے نقل کیا ہے کہ مغیرہ ایک رات کو معاویہ کے پاس سے آئے تو مغموم و محزون سر جھکا کے بیٹھ گئے میں نے سبب پوچھا کہا میں ایسے شخص کے پاس سے آرہا ہوں جو کفر و خباثت میں دنیا بھر سے زیادہ ہے میں نے تعجب سے کہا یہ کیا؟ کہا آج میں نے تنہائی میں کہا امیر المومنین آپ عدل و احسان کو کام میں لائیں اور اپنے رشتہ دار بنی ہاشم کے ساتھ صلہ رحم کا برتاؤ کریں کیونکہ اب ان کے پاس کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جس سے آپ کو اندیشہ ہو اس طرح آپ کا ذکر جمیل اور اجر و ثواب دنیا و آخرت میں میں باقی رہے گا یہ سنکر معاویہ نے کہا افسوس مجھے کس ذکر جمیل کی امید ہو سکتی ہے جو باقی رہے قبیلہ بنی تیم کے خلیفہ نے سلطنت کی اور کیسے کیسے کام کئے۔ کس طرح عدالت کی پھر کیا ہوا وہ مر گئے اور لوگ حضرت ابوبکر کہدیتے ہیں۔ پھر قبیلہ عدی کے خلیفہ نے کس جانفشانی سے کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کا بھی یہی انجام ہوا کہ وہ مر گئے اور بڑا اعزاز یہ پایا کہ لوگ حضرت عمر کہتے ہیں لیکن ابن ابو کبشہ کا نام روزانہ پانچ دفعہ اذان میں پکارا جاتا ہے پھر اب مجھے کس کار نمایاں کے بقا کی امید ہو سکتی ہے۔

(النصائح الکافیہ محمد بن عقیل حضرمی ص ۹۳)

(بنی امیہ نے زمانہ کفر میں رسول اللہ کا یہ توہین آمیز نام رکھا تھا)

انھوں نے کبھی اسلامی زندگی اختیار نہیں کی وہ ہمیشہ اموال مسلمین کو اپنے ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشوں پر صرف کرتے رہے حضرت عمر نے اس پر اعتراض بھی کیا تھا مگر انھوں نے یہ کہہ کے انھیں راضی کر لیا کہ شامی قیصری

شان وشوکت کے عادی ہیں بغیر اس کے ان پر رعب نہیں قائم ہو سکتا (الفاروق)
انھوں نے شامیوں کو اسلام سے اجنبی رکھنے کی کوشش کی تا کہ انھیں
اپنے غیر اسلامی افعال میں آزادی ہو جائے۔ جنگ صفین پر روانہ ہوتے وقت
جمعہ کی نماز چہار شنبہ کو پڑھا دی اور کسی شامی نے اعتراض نہیں کیا۔
ایک شامی کے سامنے کسی نے درود پڑھا تو اس نے کہا کیا یہی
محمد ہمارے خدا ہیں۔
یہ واقعہ بھی تاریخوں میں موجود ہے کہ ایک موقع پر سر دربار انھیں کسی
نے السلام علیک یا رسول اللہ کہا اور وہ خاموش رہے۔
ایک شامی نے کسی شامی سے پوچھا یہ علی کون ہے جس پر ہمارا امیر لعنت
کرواتا ہے۔ اس نے کہا میرا یہ خیال یہ ہے کہ وہ کوئی ڈاکو تھا۔
عباسیوں کے پہلے خلیفہ سفاح سے اکابر شام نے کہا کہ ہم کو تو یہ
معلوم ہی نہیں تھا کہ بنی امیہ کے علاوہ بھی رسول کے اہلبیت و قرابت دار ہیں۔
معاویہ کو اسلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی انھیں اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت
علی انھیں برداشت نہیں کر سکتے لہذا انھوں نے خون عثمان کے بہانے سے ان کی
اطاعت سے انکار کیا اور اموال مسلمین کو بے دریغ صرف کر کے ایسے لوگوں کو
خریدا جو شاطرانہ چالوں میں مشہور تھے ان سب نے مل کے علی کے خلاف محاذ
قائم کیا۔

علی اور ان کی سیاست

علی نے پچیس سال تک وحی کے سایہ میں زندگی گذاری نبوت کی ابتدائی
اور انتہائی منزلوں میں وہ اس کے ساتھ تھے۔ اس طرح کہ نبوت کی خوشبو سونگھتے
تھے اور رسالت کا نور دیکھتے تھے (انا اشم رائحۃ النبوۃ دارای نور الرسالہ)
(نہج البلاغۃ)

انھوں نے اپنے کو سیرت رسول کے سانچے میں ایسا ڈھال لیا تھا کہ رسول نے ان کو کسی بات پر کبھی نہیں ٹوکا اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایسے فرا جدان نبوت ہو گئے تھے کہ ان سے کبھی کوئی غلطی نہیں ہوئی تمام مسلمان انھیں محفوظ عن الخطا مانتے ہیں رسول نے ان کو باب علم کل ایمان - مع القرآن اور مع الحق کہا - انھوں نے اپنی زندگی میں کوئی لقمہ حرام نہیں کھایا کوئی قدم حرام کی طرف نہیں اٹھایا کوئی کلمہ غیر حق نہیں کہا اور کوئی عمل غیر خدا کے لئے نہیں کیا یہ وہ اوصاف ہیں جو سوائے انبیا کے اور کسی میں نہیں پائے گئے ان کی پیغمبرانہ شان کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کی اتنی طویل و عریض حکومت چھوڑ دی اور رسول کی سیرت سے ہٹ کے غیر معصوم افراد کی سیرت پر چلنا قبول نہیں کیا وہ اسلام کے ساتھ کسی ایسی چیز کو ضم نہیں کر سکتے تھے جس کی نص قرآن و حدیث میں نہ ہو وہ خلافت بھی اس لئے چاہتے تھے کہ دنیا کو صرف سیرت رسول پر چلائیں نہ کہ انھیں خود سیرت شیخین کا پابند بنایا جا رہا تھا - اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں حکومت اتنی مرغوب و محبوب نہ تھی جتنے اصول محبوب تھے انھوں نے سلطنت چھوڑی مگر اصول نہیں چھوڑا -

حضرت عمر نے اپنے آخری وقت میں یہ خیال ظاہر کر دیا تھا کہ اگر علی کو خلافت مل جائے تو وہ کسی کو راہ حق سے نہ ہٹنے دیں گے -

حضرت عائشہ نے ان کی شہادت کی خبر سن کے کہا اب کوئی مسلمانوں کو ان کی غلطی پر ٹوکنے والا نہیں رہا -

پچیس برس کے بعد جب مسلمانوں نے صرف سیرت رسول کی شرط پر خلافت پیش کی تو انھوں نے منظور کی اور اس پر کڑی نگاہ رکھی کہ لوگ راہ حق سے ہٹنے نہ پائیں اپنے قریب ترین عزیزوں کو بھی معاف نہیں

کیا لیکن طبقات قائم ہو چکے تھے اور ایک مدت سے لوگ اس کے عادی ہو گئے تھے اب ان کی سخت گیری سے وہ پریشان ہو گئے۔

مغیرہ بن شعبہ جن کی رائے کو پچھلی حکومتوں میں بڑی اہمیت حاصل تھی خود سے آئے اور اپنے مشوروں سے مستفیذ کرنا چاہا مگر انھوں نے سن کے کہا کہ دنیاوی مصالح کے لحاظ سے تمہارا مشورہ صحیح ہے مگر میں خدا کو کیا جواب دوںگا۔

طلحہ و زبیر نے شکایت کی کہ شیخین ہم سے مشورہ کرتے تھے آپ نے وہ طریقہ چھوڑ دیا۔ فرمایا میں نے کسی فیصلہ میں غلطی کی ہو کسی کا حق نہ دیا ہو تو مجھے بتاؤ بات یہ تھی کہ ان کا عمل قرآن و حدیث پر تھا اور اس میں وہ خود سند تھے کسی سے اس میں مشورہ کیا کرتے دنیا داروں کو منہ نہ لگانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ بیعت توڑنے اور رفتہ رفتہ فساد پھیلانے لگے مگر وہ اپنے اصول پر قائم اور ہر فتنہ و فساد کی مدافعت پر کمربستہ رہے جو لوگ ان سے دنیاوی توقعات بھی رکھتے تھے وہ ساتھ دینے میں ڈھلنگی کرنے لگے تو انھوں نے صاف کہدیا کہ میں سمجھ رہا ہوں کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو میں وہ نہیں کر سکتا مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ تم معاویہ سے مل جاؤ گے میں تمہاری خلافت کو بکری کی چھینک سے بھی کم حقیقت سمجھتا ہوں اور اس وقت تک اپنے ہاتھ میں رکھنے پر مجبور ہوں جب تک اتنے افراد میرے ساتھ ہیں کہ اس کی حفاظت کا خدائی عہد مجھ پر عائد ہوتا ہے جب اتنے افراد نہ رہیں گے تو اس ناقہ خلافت کی مہار اس کی پشت پر ڈال کے اُسی طرف ہنکا دوں گا جدھر سے وہ آیا ہے۔

جو شخص سیرت شیخین کی شرط پر خلافت چھوڑ سکتا تھا وہ خلافت کے لیے سیرت معاویہ پر کیونکر عمل کر سکتا تھا۔ اس سے لوگ اور بد دل ہو گئے مگر چونکہ ان کی عبقریت اور جنرل شپ پر پورا بھروسا تھا ان کی کامیابی یقینی تھی

تھے اس لئے مصلحتاً ان سے وابستہ رہے لیکن جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ علی ان کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے وہ معاویہ سے مل گئے اور وہاں بڑے بڑے منصب حاصل کئے اور جان توڑ کے لڑے اسی سے لوگ معاویہ کی سیاست کی تعریف کرتے اور علی کو سیاست میں ناکامیاب کہتے ہیں۔

ہم ناکامی اس وقت سمجھتے جب وہ معاویہ کے طریقہ کار کو نہ سمجھ سکتے لیکن جب وہ سمجھ رہے ہیں اور وہی سب کر سکتے ہیں مگر نہیں کرتے اس وجہ سے کہ وہ ان کے اصول کے خلاف ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہ سلطنت کو چھوڑ سکتے ہیں مگر اصول کو نہیں چھوڑ سکتے تو اسے سیاسی ناکامی کہنے والے سے زیادہ کور باطن کون ہو سکتا ہے؟

دونوں کی سیاست کی اس نوعیت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ علی کی سیاست پیغمبرانہ اور معاویہ کی ملوکانہ ہے اور دونوں اپنی اپنی سیاست میں کامیاب ہیں لیکن اس صورت میں ہمیں معاویہ کا تعلق اسلام سے قطع کرنا اور حضرات اہل سنت کے اس طبقہ سے متفق ہونا پڑے گا جو انھیں باغی و طاغی اور داعی الی النار سمجھتے ہیں اور یوں بھی جب انھیں ہم امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کے معیار پر جانچتے ہیں تو وہ منہاج نبوت کو توڑ کے ملوکیت قائم کرنے والے نظر آتے ہیں۔ ایسے شخص کو اسلام پر حملہ آور خدا کا باغی ماننا پڑے گا جس کا ایک نفس بھی اسلامی سیاست سے ہم آغوش نہیں ہوا۔

امام حسن اور ان کی سیاست

امام حسن کا بچپنا رسول کی آغوش اور جوانی علی کے سایہ میں پروان چڑھی تاریخ میں خلق محمدی کے بعد ہمیں خلق حسنی کی لفظ ملتی ہے رسول نے آپ کو سردار جوانان جنت کہا ان کا علم حلم زہد عبادت اور سخاوت مشہور ہے جل د

وصفین ان کے شجاعانہ کارناموں کے شاہد ہیں —

حضرت علی کی شہادت کے بعد خلافت ان کی طرف منتقل ہوئی اور اسلامی سیاست نے ایک نئی کروٹ لی لوگوں کو حضرت علی کی شخصیت پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ معاویہ کی شکست یقینی سمجھتے تھے لیکن اب وہ خیال نہیں رہا معاویہ نے اپنی ریشہ دوانیاں تیز کر دیں کوفہ میں ان کے جاسوس افتراق و انتشار پھیلانے میں سرگرمی سے مشغول ہو گئے معاویہ کو اپنے حربے استعمال کرنے کا موقع ہاتھ آگیا انھوں نے ایک خط امام حسن کو لکھا جس میں صلح کی پیش کش تھی۔ دوسرا خط سپہ سالار قیس بن سعد کو لکھا کہ حسن سے مجھ سے گفتگوئے مصالحت ہو رہی ہے اس صلح کے بعد آخر تمھیں میرے پاس آنا ہی پڑے گا تو کیوں نہ تم پہلے ہی آجاؤ کہ تمہاری منزلت میری نظر میں بڑھ جائے پھر امام حسن کو لکھا کہ قیس سے مجھ سے خط و کتابت ہو رہی ہے وہ مجھ سے ملنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے بھروسہ پر آپ جنگ کا خیال نہ کریں اور مصالحت کر لیں ان خطوط کا اثر امام حسن اور قیس پر تو نہیں ہوا وہ ان چالوں سے واقف تھے مگر عام فوجی بد دل اور سراساں ہو گئے! لڑنے سے بھاگنے لگے اکثر بھروسے کے آدمی مع فوج کے معاویہ سے مل گئے اور حالات اتنے نازک ہو گئے کہ جنگ میں کامیابی کا امکان قطعی نہیں رہا۔ امام حسن نے یہی مناسب سمجھا کہ ناقہ خلافت کی مہار اس کی پشت پر ڈال کے اسی طرف ہنکا دیں لیکن اپنے تدبّر سے انھوں نے معاویہ سے یہ تسلیم کرا لیا کہ وہ سنت رسول پر عمل کریں گے اور سیرت شیخین کی شرط نہیں رکھی اگر معاویہ اس کو تسلیم نہ کرتے یا سیر شیخین کی شرط بھی بڑھا دیتے جب بھی حالات ایسے پیدا ہو گئے تھے کہ امام حسن خلافت سے دست بردار ہو جاتے کیونکہ ممکن نہ ہونے سے اسلامی ریاست کی حفاظت کا فریضہ اُن پر باقی نہیں رہا تھا لیکن معاویہ کسی اصولی فتح و شکست

کے قائل نہ تھے انھوں نے اسے بھی ملوکانہ سیاست کے انداز میں سوچا کہ حکومت قبضہ میں آجانے کے بعد کون محاسبہ کرسکتا ہے اس وقت جو چاہو لکھوالو اور یہی انھوں نے کیا مجمع عام میں کھڑے ہوئے کہدیا کہ اس صلحنامہ کے شرائط میرے پاؤں کے نیچے ہیں اور کسی پر عمل نہیں کیا یہاں تک کہ اسلامی ریاست کا ڈھانچہ بدل دیا اور اسے ملوکیت بنادیا لیکن آج وہ اپنے اصلی روپ میں ہمارے سامنے ہیں اور دنیا ان کے متعلق جو رائے رکھتی ہے وہ سب کو معلوم ہے کہ انھوں نے منہاج نبوت کو توڑ کے ملوکیت قائم کی جو ان کے دیرینہ خاندانی جذبات کا تقاضا تھا اس کے برخلاف امام حسن کے اس مختصر دور کو منہاج نبوت پر تسلیم کیا جاتا ہے جو ان کی خاندانی روایات کے موافق ہے کیا اس کے بعد بھی اس کا موقع ہے کہ ہم معاویہ کو امام حسن کے مقابلہ میں خلافت کا مستحق ان کی حکومت کو جائز اور انھیں اسلامی سیاست میں کامیاب سمجھیں؟

امام حسین اور ان کی سیاست

معاویہ کی زندگی میں شوریٰ سے باقاعدہ یزید کی ولی عہدی کا اعلان ہوا اور ان کے بعد تمام عالم اسلامی نے بیعت کر کے اس کی خلافت کو اجماع امت کے اصول محکم سے مستحکم کیا یزید پہلا خلیفہ ہے جس کی خلافت پر امت کا سب سے بڑا اجماع ہوا اور ان تمام طریقوں سے اس کی خلافت مستحکم ہوئی جن میں کا صرف ایک طریقہ بھی خلافت کی صحت و جواز کے لئے کافی سمجھا جاتا تھا لیکن امام حسین نے اس کی بیعت سے انکار کیا، ان مسلمہ اصولوں کے خلاف تھا۔ جن پر نصف صدی سے عمل درآمد ہو رہا تھا لہذا قاریان قرآن اور اصحاب رسول نے قتل کا فتویٰ دیا مگر انھوں نے سب کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور اپنے موقف پہ قائم رہے۔ اب ان کے سامنے دو چیزیں پیش کی گئیں، بیعت یا قتل

انھوں نے بقول خود ذلّت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی اور بیعت کو ٹھکرا دیا ان کا محاصرہ ہوگیا اور پانی بند کر دیا گیا چھوٹے چھوٹے بچے پیاس سے تڑپنے لگے انھوں نے اسے گوارا کر لیا مگر بیعت نہیں کی اس کے بعد جوان بیٹے برابر کے بھائی، بھانجے، بھتیجے۔ عزیز، دوست قتل کئے جانے لگے اور وہ لاش پر لاش اٹھا کے لاتے رہے مگر بیعت پہ تیار نہیں ہوئے آخر میں خود بھی بھوکے پیاسے شہید ہو گئے۔ یہ صرف ضد اور ہٹ دھرمی تھی یا اس کی کوئی معقول وجہ بھی تھی ابوالکلام آزاد نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے۔

"بنو امیہ کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی کوئی حکومت جس بنیاد جبر و شخصیت پر ہو کبھی اسلامی حکومت نہیں ہو سکتی انھوں نے اسلام کی روح جمہوریت کو غارت کیا اور مشورہ و اجماع امت کی جگہ محض غلبہ جابرانہ اور مکر و خدع پر اپنی شخصی حکومت کی بنیاد رکھی ان کا نظام شریعت الٰہیہ پر مبنی نہ تھا بلکہ محض اغراض نفسانیہ اور مقاصد لحیاتیہ پر اس کی بنیاد تھی ایسی حالت میں ضروری تھا کہ ظلم و جبر کے مقابلہ کی ایک مثال قائم کی جاتی اور حق حریت کی راہ میں جہاد کیا جاتا حضرت سید الشہداء نے اپنی قربانی کی مثال قائم کر کے مظالم بنی امیہ کے خلاف جہاد حق کی بنیاد رکھی اور جس حکومت کی بنیاد ظلم و جبر پر تھی اس کی اطاعت و وفاداری سے انکار کر دیا۔ (اسوۂ حسینؑ)

مسلمانوں میں اس پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امیر معاویہ نے خلافت کو منہاج نبوت سے ہٹا کے ملوکیت میں تبدیل کر دیا اور ملوکیت کے لئے بیعت کی ضرورت نہیں۔ یزید کی بیعت کے یہ معنی تھے کہ ملوکیت کو منہاج نبوت تسلیم کرایا جا رہا تھا

اور ایسے شخص کی اطاعت پر مجبور کیا جا رہا تھا جو علم و عمل کے لحاظ سے اس کا قطعی اہل نہ تھا یہ ایسی واضح بات تھی جسے اسکے وقت تمام اکابر اُمّت نے سمجھا اور اس کی بیعت سے انکار کیا ان لوگوں میں حضرت ابوبکر کے صاحبزادے عبدالرحمٰن حضرت عمر کے بیٹے عبداللہ حضرت عثمان کے صاحب زادے سعید اور حضرت زبیر کے فرزند عبداللہ اور حضرت علی کے بیٹے امام حسین سب ہی تھے لیکن اور لوگوں نے بعد کو مجبور ہو کے اس کی بیعت کر لی صرف امام حسین اپنے انکار پر قائم رہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب تمام مسلمانوں نے اس کی بیعت کر لی تھی تو امام حسین ہی کو کیا پڑی تھی کہ وہ اجماع امت کے خلاف بیعت سے انکار پر مصر رہیں۔

بات یہ ہے کہ امام حسین بانیٔ اسلام کے نواسے تھے ان کے گھر میں وحی آئی تھی شریعت اتری تھی۔ قرآن نازل ہوا تھا اس کی نشر و اشاعت میں ان کی دو پشتیں گذر چکی تھیں اس کی حفاظت میں ان کے گھر کی بہت اہم فرد میں اپنی جان قربان کر چکی تھیں وہ اسلام کی گود میں پلے تھے اس پر کامل ایمان تھا اس کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور سب سے زیادہ اس پر عامل تھے رسول نے ان کو سردار جوانانِ جنت کہا تھا اور یہ بھی کہا تھا صغیرنا وکبیرنا سواء ہمارے چھوٹے بڑے سب برابر ہیں یعنی عمل میں یکساں ہیں ایسا نہیں ہے کہ بچے کھیل کود میں پڑے رہتے ہوں جوان شراب پیتے ہوں اور بوڑھے نماز روزہ کرتے ہیں بلکہ بچے سے بوڑھے تک ایمان و تقویٰ اور زہد و عبادت میں یکساں سب قائم اللیل اور صائم النہار اگر افطار کے وقت سائل کی آواز سن کے باپ نے اپنے حصہ کی روٹی دیدی تو ماں نے بھی اپنی روٹی سائل کی نذر کر دی اور بچوں نے بھی اگر باپ ساقیٔ کوثر تو ماں خاتون جنت اور بچے سردار جوانانِ جنت تھے علاوہ ان خصوصیات کے جو امام حسین کو نسلی اور فطری طور پر اسلام سے تھیں وہ امام تھے اور امام کے متعلق

شبلی نعمانی لکھتے ہیں -

امام کی فطرت قریب قریب پیغمبر کی فطرت کے واقع ہوتی ہے - شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ امت میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا جوہر نفس انبیا کے جوہر نفس کے قریب ہوتا ہے - اور یہ جماعت اصل فطرت میں خلفائے انبیاء ہیں -

(الفاروق)

ایسے لوگوں کی نظر صرف حق پر ہوتی ہے ان کا کوئی قدم خلاف حق نہیں اُٹھ سکتا کتنی ہی سختی کی جائے ان کے قدم کو جنبش نہیں ہوتی - ابراہیم نے آگ میں ڈالا جانا منظور کر لیا مگر نمرود کی اطاعت نہیں کی اسی قوت قلب و ثبات عزم سے ہم نبی و امام کو پہچانتے ہیں -

وہ غیر اسلامی حکومت جو منہاج نبوت کو توڑ کے غلبہ جابرانہ سے مکر و خداع پر قائم کی گئی تھی جسے اس وقت کے تمام اکابر امت باطل قرار دے کے تسلیم کرنے سے انکار کر چکے تھے امام حسین سے اسے تسلیم کرا کے ان کی حریت ضمیر پر ڈاکہ ڈالا جا رہا تھا اور ان سے فریضہ ہدایت چھینا جا رہا تھا - باطل کو حق تسلیم کروایا جا رہا تھا - غیر اسلام کو اسلام منوایا جا رہا تھا اگر وہ اسے دوسروں کی طرح تسلیم کر لیتے تو ان کا یہ فعل دفع ضرر کے لئے ہوتا یا جلب منفعت کے لئے پہلی صورت بزدلی اور دوسری طمع دنیا اور نتیجہ دونوں کا بیعت ہی کیا آپ علی کے بیٹے سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ تشدد سے ڈر کے یا طمع دنیا سے بیعت اختیار کر لے ؟ اب یہ سوال کہ انھوں نے بیعت کیوں نہیں کی حقیقت میں یہ سوال ہے کہ انھوں نے بیعت کیوں نہیں اختیار کی ؟ اور یہ سوال کوئی شریف آدمی نہیں کر سکتا - انھوں نے وہی کیا جو ایک نبی یا

امام کو کرنا چاہئے اور اس پر ثابت قدم رہنے میں وہ کچھ کیا جو انبیا ؑ مرسلین سے بھی ظاہر نہیں ہوا دنیا کی تاریخ میں باطل کے سامنے نہ جھکنے میں ثبات عزم کا یہ ایسا واقعہ ہے جو انسانی قوت برداشت سے باہر ہے تاریخ انسانیت میں اس کی مثال نہیں ہے انھوں نے ثابت کر دیا کہ مہبط وحی میں پیدا ہونیوالا اور سید المرسلین کی آغوش میں پلنے والا ایسا ہوتا ہے اور پیغمبرانہ سیاست اسے کہتے ہیں۔

عقائد کی فتح و شکست اگرچہ وقتی طور انھیں شکست اور یزید کو فتح ہوئی لیکن فتح و شکست کا صحیح اندازہ کرنا ہے تو عقائد کی فتح و شکست کو دیکھو معاویہ کے تمام احکام اور ان کی حکومت غیر اسلامی قرار پا گئی ان کی بدعتوں پر علمائے اسلام نے کتابیں لکھ ڈالیں تاکہ وہ داخل مذہب نہ سمجھی جا سکیں۔

منہاج نبوت اور منہاج معاویہ متمائز ہو گیا اجماع و شوریٰ جس پر پچاس برس سے عمل در آمد تھا یزید کی خلافت پر باطل ہو گیا فقہا نے امت کے فتوے ذلت و حقارت کی زمین میں دھنس گئے ہر شخص یزید کی خلافت کا منکر ہو گیا اور حسین کو حق پر سمجھنے لگا باوجودیکہ وہ یزید کے مقابلہ پر ایسی اقلیت ہے جس پر اقلیت کا اطلاق بھی مشکل ہے تنہا ہی کہنا چاہئے لیکن اس اقدام کے بعد دنیا میں کوئی ایسا نہیں جو یزید کو حق پر اور اس کی حکومت کو جائز سمجھتا ہو اور ایسے کروڑوں افراد پیدا ہو گئے جو ہر اجماع و شوریٰ کے بطلان کو بطور ایک اصول کے تسلیم کرنے لگے حسین کے اس اقدام میں انھیں حق کا راستہ نظر آیا۔ اس کا ذکر وہ دین کی بقا، ایمان کی جلا، ثبات عزم اور شجاعت کا بدرِ سمجھتے ہیں ان کے مصائب پر بے اختیار آنسو بہاتے اور ان کی محبت کے لئے اپنے دل کو خالی کر دیتے ہیں اور اسی شدت سے یزید سے نفرت کرتے اور اس میں نجات آخرت سمجھتے ہیں۔

عزت و ذلت کی فتح و شکست | اگر عزت و ذلت کی فتح و شکست دیکھنا ہو تو ہر سال کے محرم کو دیکھو۔ چودہ سو برس گذرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ کربلا اسی سال ہوا ہے عاشورہ کے دن دنیا کے ایک بڑے حصہ میں تمام کاروبار بند ہو جاتے ہیں ماتمی دستے تعزئے اور علم کے جلوس سے راستے گلیاں معمور ہو جاتی ہیں شربت اور پانی کی سبیلیں جابجا لگائی جاتی ہیں۔ حسین حسین کی آواز سے فضا گونج جاتی ہے۔ اور یزید کو ہر طرف سے لعنت گھیر لیتی ہے نام حسین لینا عبادت اور "نام یزید داخل دشنام ہے۔

سیاسی فتح و شکست | اگر سیاسی فتح و شکست دیکھنا ہو تو کربلا و دمشق کو دیکھو معاویہ کے دارالسلطنت میں یزید و معاویہ کی قبریں کھود کے ہڈیاں نذر آتش کر دی گئیں جہاں معاویہ کی قبر تھی وہاں ایک حجرہ ہے جو بند پڑا رہتا ہے اور کوئی وہاں جانے نہیں دیا جاتا یزید کی قبر جہاں تھی وہاں ایک بھٹی ہے اور کسی اموی کی قبر کی جگہ بھی نہیں معلوم۔ اس کے برخلاف آثار اہلبیت سے دمشق بھرا پڑا ہے جہاں امام زین العابدین نے دربار یزید میں نماز پڑھی تھی جہاں منبر پر خطبہ ارشاد فرمایا تھا جہاں قید تھے وہ اور ان کے علاوہ بہت سے قبہ و قبور جن کے متعلق نہیں معلوم کہ واقعی وہ اولاد رسول کی قبریں ہیں یا نہیں مگر زیارت گاہ عام ہیں۔ اس کے علاوہ ساری دنیا آثار حسینی سے چھلک رہی ہے۔ امام باڑے، عہاں سرائیں سبیلیں۔ کتب خانے، مدرسے کتنے ان کے نام پر جاری ہیں اس کا کوئی شمار نہیں ان کا ذکر دنیا میں کتنا ہوتا ہے کتنی آنکھیں ان پر روتی ہیں اور کتنے دل ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا ہے۔

مجھے اس فتح و شکست کا صحیح اندازہ ۱۹۵۴ء میں ہوا جب عراق گیا کربلا کے قریب پہنچا تو ریل ہی پر میلوں کے فاصلے سے سر بفلک گنبد کے پہلو میں بلند

مینار باادب استادہ نظر آیا، زائروں کی بیتاب نگاہوں اور پر شوق دلوں کا قافلہ ٹھہرنے کی پہلی منزل یہی ہے اور سچ پوچھو تو کاروانِ دل کی تیز دوڑ دھوپ یہیں سے شروع ہوتی ہے راہ شوق میں ایک ایک لمحہ سنگ گراں اور مسافت کو چشم زدن میں لپیٹ دینے میں بے بسی سد راہ دل کہیں ہوتا ہے اور جسم کہیں۔ غرض اک عالم جذب و شوق میں کسی نہ کسی طرح کعبہ مقصود تک پہنچا صحن میں داخل ہو کر ایوان میں آیا شوق بے پایاں کی بیتابیوں نے تازیانہ مارا کہ قدم تیز بڑھا نقیب ہیبت و جلال نے چشم نمائی کی کہ پائے ادب سنبھل کے رکھ اس کشمکش میں کاروانِ دل آگے بڑھ گیا اور جسد خاکی گردِ کارواں کی طرح پیچھے رہ گیا اذن پڑھنے کے بعد رواق میں داخل ہوا یقین کیجئے کہ انھیں آنکھوں سے دیکھا بیداری کی حالت میں دیکھا اور ہوش و حواس کے عالم میں دیکھا کہ ہر طرف عظمت جلال کے پہرے بیٹھے ہیں قرآن نماز دعا اور زیارت کی آواز سے رواق گونج رہا ہے معلوم ہوا کسی نے مقام قدس میں پہنچا دیا جہاں فرشتوں کی تسبیح و تہلیل کے سوا کوئی آواز نہیں۔ قدم قدم پر درود کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں دل نے کہا یہ وہی مقام ہے جہاں ہو کا عالم تھا اور آج ایک عظیم الشان شہر ہے جو اپنی پوری آبادی کے ساتھ تقدس و روحانیت کا مرکز ہے اور اس کے قلب میں بارگاہِ حسینی عظمت و جبروت کبریائی کی مجسم تصویر کفر کی حرکت پر خندہ زن ہے اس کا طلائی گنبد فضا میں سر اٹھائے آلِ ابی سفیان و آل مروان کی قبروں کو ڈھونڈھ رہا ہے اور کسی بستی میں بھی ان کا نشان نظر نہیں آتا سلاطین دنیا سر جھکا کے آتے ہیں، اور نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں زائروں کے قافلے پر قافلے دور دراز کی مسافت طے کرتے چلے آ رہے ہیں ملک کے دستور میں یہ دفعہ موجود ہے کہ حکومت یہاں کے مذہبی رسم میں مداخلت نہیں کرے گی۔ سڑکیں، ریلیں۔ مہمان سرائیں بنائی گئی ہیں کہ زائروں کو تکلیف نہ ہو حیرت ہوئی کہ یہ وہی

مقام ہے جہاں امام حسین واقعتہً ناصرہ کہتے ہوئے شہید ہوئے فتح یزید کے شادیانے بجائے گئے وہیں آج کروڑوں آدمی یالیتنی کنت معکم کہہ رہے ہیں اور یزید پر لعنت برس رہی ہے اس کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتے ہیں جبکہ یزید ان کے دسترس سے باہر ہو چکا ہے کاش آج وہ زندہ ہو جائے تو اسے اپنی فتح و کامرانی کی حقیقت معلوم ہو جائے

کہاں ہیں وہ قہار و جبار حکمراں جنھوں نے شاہان زمانہ سے تخت و تاج چھین کے ان کا نام و نشاں مٹا دیا مذاہب عالم کو فنا کر دیا اقوام و ملل کو منقلب کر دیا مگر ذکر حسین کو روکنے اور قبر حسین کی زیارت سے باز رکھنے میں اپنی پوری جباری و قہاری کا زور لگا کے ناکام ہو گئے اور خود اس طرح مٹ گئے کہ آج ان کی قبروں کا کوئی نشان بتانے والا نہیں۔ یہ ہے پیغمبرانہ سیاست جس کی کامیابی وقتی نہیں ہوتی اس کا دامن قیامت کے دامن سے بندھا ہوتا ہے لیکن بڑی ناحق شناسی ہو گی اگر ہم اس کامیابی کا سہرا صرف امام حسین کے سر باندھ دیں اس میں امام زین العابدینؑ کا ایک بڑا حصہ ہے جنھوں نے اپنی سیاست سے خون حسین کو ضائع ہونے سے بچایا ان کے مقصد شہادت کو زندہ رکھا اور یہ کارنامہ اسی تدبر و سیاست سے انجام دیا جو خاندان نبوت کا حصہ ہے۔

زیادہ زمانہ نہیں گزرنے پایا کہ دنیائے اسلام میں انقلاب پیدا کر دیا لوگوں نے یزید کی بیعت توڑنا شروع کی واقعہ حرہ ظہور میں آیا خانہ کعبہ پر آگ برسی اور دنیائے اسلام شعلہ بدامن ہو گئی جماعت توابین نے شام پر حملہ کیا۔ حجاز اور عراق اموی حکومت سے نکل گیا قاتلان حسین چن چن کے قتل کئے گئے اور سب نے بالاتفاق آل محمد کا حق خلافت تسلیم کر لیا۔ لوگوں کو اہل بیت سے بے انتہا ہمدردی ہو گئی ہوشیار لوگوں نے محسوس کیا کہ اس وقت مسلمانوں کو ان کے نام پر متحد کیا جا سکتا ہے چنانچہ بے شمار سیاسی تحریکیں مذہب کے

نام سے وجود میں آگئیں جن کی ظاہری غرض آل محمد کی خلافت کا قیام تھا۔ انھیں میں ایک فرقہ امام حسینؑ کے بعد محمد حنفیہ کو ان کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم کو امام کہتا تھا ابو ہاشم کو ہشام نے زہر دے دیا وہ اسی حالت میں دمشق سے اپنے مستقر حمیمہ پہنچے وہاں علی بن عبداللہ بن عباس آئے ہوئے تھے ابو ہاشم نے اپنے بعد کے لئے ان کو امام بنا دیا اور یہ سلسلہ امامت آل عباس میں منتقل ہوگیا لیکن انھوں نے اپنی تحریک کی بنیاد آل عباس کے حق خلافت پر نہیں رکھی کیونکہ ان میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے وہ مستحق خلافت سمجھے جا سکتے لہٰذا آل محمد کے نام سے بیعت لینا شروع کی اور کہا۔

یدعون للبیعۃ الرضا من آل محمد ہمارے رضا کار آل محمد کے نام پر بیعت لیں

اور کسی کا نام ظاہر نہ کریں اس طرح اپنی طرف سے حکومت کی توجہ بھی ہٹا دی ایک ہوشیاری یہ بھی کی کہ اپنا دفتر کوفہ اور خراسان میں قائم کیا یہ یہ دونوں جگہیں اہلبیت کے نام پر بہت جلد ہموار ہوگئیں اور ان کی تحریک ایک بڑی طاقت بن گئی انھوں نے اپنے فوجی نشان رایت النصر کا پھریرا اور اپنا لباس غم حسین میں سیاہ اور بنی امیہ کا خون مباح قرار دیا اس سے عوام میں اور ہمدردی بڑھ گئی بنی امیہ کا قتل عام شروع ہوگیا معاویہ یزید مروان اور عبدالملک کی قبریں کھود کر ان کی ہڈیاں نذر آتش کی گئیں ان کی خلافت مضبوط ہو جانے کے بعد دوسری سیاسی تحریکیں خود بخود مر گئیں لیکن ان کے ساتھ ان کی امامت بھی مر گئی کیونکہ اس کی بنیاد علی بن ابی طالب کے استحقاق خلافت پر تھی اور ان کی اولاد خود ان کی مسند پر متمکن تھی اور وہ علم و عمل کی مسند تھی جو غلبہ جابرانہ اور مکر و خدع سے نہیں چھینی جا سکتی تھی۔ لہٰذا وہ اپنے باپ علی بن عبداللہ بن عباس کی امامت سے بھی درگذرے اور خود اسے دبا دیا اور

اور بنی امیہ کی طرح آل رسول کے دشمن ہو گئے مگر ان سے روحانی قیادت نہ چھین سکے آج تک مسلمانوں کا ہر فرقہ ان کا عقیدت مند اور اس کا مدعی ہے کہ اہلبیت کے سب سے زیادہ ماننے والے ہم ہیں اور ان خلفاء کو ملک عضوض کہتے ہیں۔ اگر اہلبیت نہ ہوتے تو ان کے خلاف کچھ کہنے اور بتانے والا کوئی نہ ہوتا اور ہم منہاج نبوت اور ملک عضوض کا فرق نہ سمجھ سکتے بنی امیہ اور بنی عباس کی بدعتیں عین اسلام ہوتیں۔ رسول کے بعد تقریباً دو سو برس تک ان کے اہلبیت معلم کتاب و حکمت اور اسوۂ رسول کا نمونہ بنے رہے بقول شبلی نعمانی مسلمانوں نے تمام مذہبی علوم انھیں سے پائے اور اسلام زندہ رہ گیا۔ فقط

ذرۂ ناچیز:-
شمس

۱۲ مارچ سنہ ۱۹۶۶ء

باسمہٖ سبحانہ

امام زین العابدینؑ کی سیاسی زندگی

ولادت | امام زین العابدین علیہ السلام پندرہ جمادی الاوّل روز یکشنبہ ۳۸ھ دو سال قبل شہادت امیر المومنین مدینہ منورہ میں حضرت شہربانو کے بطن سے پیدا ہوئے جو ایران کی شہزادی نوشیرواں عادل کی پوتی یزد جرد کی بیٹی اور نو اماموں کی ماں ہیں [۱]

شکل و شمائل | آپ سامی اور آریائی دو معزز ترین نسلوں کے سلالہ وجوہر ہیں باپ کی طرف سے نسل انبیا اور ماں کی طرف سے شاہان کیانی کی نسل میں ہاشمی وجاہت اور کسروی شان کے مالک شکل و صورت میں علی بن ابی طالب اور کردار و گفتار میں رسول خدا۔

بشاش چہرہ۔ بلند بینی۔ سفید گردن۔ فراخ سینہ اور پتلی پنڈلیاں۔

---

[۱] حضرت شہربانو حضرت علی کی خلافت کے دوسرے سال ایران سے آئیں اور امام حسین کی زوجیت کا شرف پایا۔ حضرت عمر کے زمانہ میں ان کا آنا درایتاً غلط ہے کیونکہ حضرت عمر کے زمانہ سے حضرت علی کے زمانہ تک تقریباً بیس سال کوئی اولاد نہ ہونا قرین عقل نہیں اسی طرح آپ کا زچہ خانہ میں انتقال کرجانا درایۃً صحیح ہے کیونکہ امام کا کوئی حقیقی بھائی یا بہن نہ تھی۔ اکابر محققین شیخ صدوق علامہ حلّی۔ علی بن طاؤس شیخ مفید اور علامہ مجلسی کی تحقیق یہی ہے۔

سیاسی ماحول | آپ کی ولادت کے تقریباً ڈھائی سال بعد معاویہ کا دورِ حکومت شروع ہوا جو بالفاظِ ابوالکلام آزاد مکر و خدع اور غلبہ جابرانہ سے غیر اسلامی تھا۔ جس میں حکم تھا کہ کوئی شخص علی اور ان کی اولاد کی فضیلت بیان نہ کرے۔ بر منبر ان پر لعنت کی جائے کوئی اپنے بچہ کا نام علی یا حسن و حسین نہ رکھے اس کے خلاف کرنے والوں کے اموال ضبط کر لئے جائیں اور ان کا خون بہا دیا جائے۔ شیخین و عثمان کی فضیلت میں جو شخص کوئی حدیث بیان کرے اسے انعام و اکرام پر فائز کیا اور اس کا نام میرے پاس بھیجا جائے لہ

چنانچہ بڑے بڑے اصحاب رسول حجر بن عدی۔ رشید ہجری وغیرہ اسی جرم میں شہید کیے گئے کہ وہ حضرت علی کو برا کہنے پر راضی نہ ہوئے۔

عرب کی مشہور فاحشہ سمیہ کا لڑکا زیاد چونکہ پہلے حضرت علی کے ساتھ تھا اس وجہ سے وہ محبان علی کو جانتا تھا اس نے سب سے زیادہ دوستداران علی کو سخت اذیتیں پہنچا کے شہید کیا۔ آنکھیں نکلوائیں زبانیں کھچوائیں سولیاں دیں اور اتنا قتل عام کیا کہ عراق علی کے دوستوں سے خالی ہو گیا اور ان کی فضیلت یا ان سے کسی حدیث کی روایت کرنا موقوف ہو گیا چنانچہ حسن بصری کے متعلق یہ واقعہ ہمیں تاریخ میں ملتا ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ تم رسول کے زمانہ میں کہاں تھے جو اتنی کثرت سے ان سے روایتیں بیان کرتے ہو انھوں نے

لہ اس کا نتیجہ الٹا ہوا کوئی مسلمان امیہ حرب ابوسفیان ہند معاویہ یزید اپنی اولاد کا نام نہیں رکھتا بخلاف اس کے عبدالمطلب ابوطالب عبداللہ محمد علی۔ فاطمہ حسن حسین مسلمانوں میں سب سے زیادہ مقبول اور متبرک نام ہیں علی کے فضائل بیان کرنا تمام مسلمان ثواب سمجھتے ہیں کیا یہ معاویہ کی سیاسی ناکامی نہیں ؟

راز رکھنے کا وعدہ لیکے بتایا کہ میں جتنی روائتیں رسول سے بیان کرتا ہوں وہ سب علی سے سنی ہیں مگر تم دیکھتے ہو کہ ہم اس زمانہ میں ہیں جس میں علی کا نام لینا جرم ہے امام زین العابدین نے ان حالات میں خاموش زندگی گذاری یا کوئی اقدام کیا اس کے بتانے سے تاریخ نے غفلت برتی ہے تاہم جستہ جستہ واقعات سے اس کا معلوم کر لینا مشکل نہیں۔

ابراہیم ادھم بیان کرتے ہیں کہ میں حج کو جا رہا تھا کہ دیکھا ایک لڑکا صحرا میں تنہا چلا جا رہا ہے میں نے کہا سبحان اللہ یہ لق و دق صحرا اور اس میں تنہا یہ لڑکا قریب جا کر سلام کیا اور پوچھا کہاں کا ارادہ ہے اس نے جواب سلام کے بعد فرمایا خدا کے گھر کا میں نے کہا میرے عزیز ابھی تم بہت کم سن ہو حج تم پر نہ واجب ہے نہ مستحب فرمایا تم نے نہیں دیکھا کہ مجھ سے کم سن بھی مر جاتے ہیں ——— نام پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہ علی بن الحسین ہیں۔

اسلام میں چودہ برس کا لڑکا بالغ ہو جاتا ہے ابراہیم کا حج کرنے پر تعجب کرنا صاف بتاتا ہے کہ اس وقت آپ کا سن آٹھ نو برس سے زیادہ نہ ہوگا مورخین نے آپ کے حج کی کیفیت یہ بیان کی ہے کہ پیادہ حج فرماتے تھے راستہ میں بلند آواز سے قرآن پڑھتے جاتے تھے اور آبادیوں میں قیام کر کے موعظہ فرماتے تھے۔

یقیناً یہ موعظہ وقت کے حالات کے موافق ہوتا تھا کیا ہم یہ سمجھیں کہ علی پر لعن سے شروع ہوتا تھا؟ عقل اسے ماننے پر تیار نہیں تو پھر اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ معاویہ کے خلاف حقائق کا انکشاف ہوتا تھا جیسا کہ امام حسینؑ کے ایک حج کی کیفیت ہمیں تاریخ سے معلوم ہوتی ہے کہ آپ معاویہ کے مرنے سے دو سال قبل حج کے لئے تشریف لے گئے آپ کے ساتھ اصحاب رسول اور

بنی ہاشم تھے جن کی تعداد تیس تھی۔ یہیں پر یہ مورخ لکھتا ہے کہ جب آپ حج کو جاتے تھے تو اتنی ہی تعداد ہر مرتبہ آپ کے ساتھ ہوتی تھی اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ کے حج کی یہ نوعیت نئی نہ تھی۔ امام حسین نے مکہ میں پہونچ کے حجاج کے مجمع میں ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں بتایا کہ معاویہ نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا اور کیا مکر و دغا کی کس طرح ہمارے دوستوں اور طرفداروں کا استیصال کیا اس کے بعد آپ نے آیات قرآنی اور احادیث نبوی پیش کیں اور اصحاب رسول سے پوچھا کہ کیا یہ حدیثیں علی و فاطمہ اور حسن کے بارے میں تم نے رسول سے نہیں سنیں صحابہ نے گواہی دی کہ بے شک جو کچھ آپ نے فرمایا وہی ہم بھی جانتے ہیں پھر آپ نے حجاج سے کہا سنو اور کتمان حق نہ کرو اپنے شہر میں جا کے امین اور ثقہ لوگوں کو دین کی حمایت کی دعوت دو مجھے خوف ہے کہ یہ دین مٹ جائے گا اور شریعت پارہ پارہ ہو جائے گی اور یقیناً تم یہ نہیں چاہتے نہ خدا چاہتا ہے واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون اب سوائے میرے اور قرآن کے کوئی باقی نہیں ہے میں تمھیں قسم دیتا ہوں کہ جو اخبار موثق و معتبر ہمارے خاندان کے متعلق تم جانتے ہو انھیں اپنے شہر کے آدمیوں سے بیان کرو ورنہ عتاب الٰہی کے اُمیدوار رہو۔

بروایت سلیم بن قیس ہلالی

معلوم ہوا کہ معاویہ کی روش کے خلاف امام حسین علیہ السلام صدائے احتجاج بلند کرتے رہے اور امام زین العابدین نے کم سنی سے یہ جہم شروع کی یہاں تک کہ معاویہ نے اس دنیا سے کوچ کیا اور یزید خلیفہ ہوا اس نے امام حسین پر سختی کی جس کے نتیجہ میں آپ نے سفر کربلا اختیار کیا اس سفر میں امام زین العابدین علیہ السلام آپ کے ساتھ تھے کربلا پہنچ کے کب بیمار ہوئے اس کا صحیح علم نہیں اتنا یقینی ہے کہ عاشور کے دن آپ کو شدید بخار تھا اور اتنا شدید کہ

غفلت طاری تھی اس وجہ سے آپ جہاد میں شریک نہ ہو سکے یہ آپ کی امامت سے قبل کی زندگی ہے جس سے ہمیں یہ اندازہ ہوا کہ آپ دورِ معاویہ میں خاموش نہیں رہے۔

دورِ امامت

دسویں محرم سنہ ۶۱ھ سے آپ کا دورِ امامت شروع ہوا جس کی کیفیت یہ ہے کہ عصر کے وقت امام حسین نے آپ کو ہوشیار کر کے فرائض امامت سپرد کئے اور فرمایا کہ قرآن بخط امیرالمومنین صحیفہ علویہ صحیفہ فاطمہ جفر و جامعہ عصا و ردائے پیغمبر ام سلمہ کے پاس ہے وہ ان سے لے لینا اس کے بعد پھر غفلت طاری ہو گئی اور اب اس وقت ہوش آیا جب فتح کے نقارے بج رہے تھے اور خیموں میں آگ لگائی جا رہی تھی جناب زینب نے پوچھا کہ ہماری تکلیف کیا ہے جل کے مر جائیں یا باہر نکل جائیں امام نے باہر نکل جانے کا حکم دیا بی بیاں جلتے ہوئے خیموں سے مجمع عام میں نکل آئیں چونکہ لوٹ پہلے ہو چکی تھی اس لئے بے مقنع و چادر تھیں۔

عمر سعد کے حکم سے شہداء کے سر کاٹ کے نوک نیزہ پر چڑھائے گئے تیرہ سر اسحاق بن اشعث کندی رئیس قبیلہ کندہ بارہ سر۔ شمر ذی الجوشن رئیس قبیلہ۔ ہوازن سترہ سر رئیس قبیلہ۔ بنی تیم اور سولہ بنی اسد۔ سات بنی مذحج کو اور باقی ایک ایک سر دو سرے افراد کو ان کی کارکردگی اور شجاعت کے اظہار کے طور پر دیئے گئے امام حسین کا سر خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم ازدی کو ملا۔ یہ تمام سر اسی وقت ابن زیاد کے پاس کوفہ روانہ کر دئے گئے۔

شام غریباں رات ہوئی اور وہ بھیانک رات جس کی چھٹکی ہوئی چاندنی میں لاشہائے شہداء خاک و خون میں غلطاں چاروں طرف پڑے تھے ہوا

خون تازہ کی بو آرہی تھی۔ نبی کی آل جلے ہوئے خیموں کے پاس بیٹھی تھی خوف ودہشت سے مائیں بچوں کو سینے سے لگائے تھیں۔ ادھر امام نے سجدے میں سر رکھا اور زبان پر یہ کلمات تھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حَقًّا حَقًّا، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِیْمَانًا وَّصِدْقًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَعَبُّدًا وَّ رِقًّا یہ سجدہ اتنا طولانی تھا کہ جب سپیدۂ سحری نمودار ہوا تو امام نے سر اٹھایا

یہ دنیا میں پہلا اور آخری سجدہ تھا جو دودمان رسالت کے ایک نوجوان نے زمین پر کیا۔ ملائکہ سموات نے دیکھا کہ کروروں برس سجدہ میں سر رکھنے کے باوجود وہ ایسا ایک سجدہ نہ کرسکے۔ چشم فلک نے مشاہدہ کیا کہ جب سے فرش زمیں بچھا خدا کی بارگاہ میں بے شمار سجدے کئے گئے مگر ایسا سجدہ کوئی نہ کرسکا کسی اور کا کیا ذکر انبیاء و مرسلین بھی ایسا سجدہ نہ کرسکے اگر میرا خیال غلط ہے تو فاتو بسجدۃ ممثلہ ازل سے ابد تک ثقلین کی عبادت ایک طرف اور سید الساجدین کا یہ سجدہ ایک طرف دادا کی ایک ضربت افضل من عبادت الثقلین اور پوتے کا ایک سجدہ افضل من سجود الثقلین۔

سفر کوفہ گیارہ محرم کی صبح کو عمر سعد نے اپنے کشتوں پر نماز پڑھی انھیں دفن کیا لیکن حسین اور ان کے ساتھیوں کی لاش ریگ گرم پر یونہی چھوڑ دی اہل بیت رسول بے محمل و عماری کے ناقہ پر بٹھائے گئے مہار ناقہ امام کی کمر سے اور ان کے دونوں پیر اونٹ کے پیٹ سے باندھ دئے گئے کہ نقاہت سے گر نہ جائیں۔ قافلہ روانہ ہوا شہداء کے لاشوں کی طرف سے گزرا تو سیدانیوں نے اپنے وارثوں اور دل کے ٹکڑوں کو سر بریدہ خاک و خون میں غلطاں ریت پر پڑا ہوا دیکھا امام کی حالت متغیر ہوگئی جناب زینب نے چہرے سے اندازہ کرکے بھتیجے سے کہا تمہاری یہ کیا حالت ہے؟

فرمایا پھوپھی آپ دیکھتی ہیں کہ کس طرح میرے باپ بھائی عزیزوں اور

دوستوں کے لاشے بے غسل و کفن پڑے ہیں جناب زینب نے تسکین دی اور قافلہ آگے بڑھ گیا۔

بازار کوفہ بارہ محرم کو کوفہ پہنچا اور دروازہ شہر پر روک دیا گیا سرہائے شہداء واپس کئے گئے کہ اسرائے اہلبیت کے ساتھ شہر میں گھمائے جائیں اور منادی کی جائے جب بازار کوفہ کھچا کھچ بھر گیا تو جلوس آگے بڑھا بیمار امام کا اونٹ آگے ان کے پیچھے سیدانیوں کے اونٹوں کی قطار نبی زادیاں سر برہنہ بالوں سے اپنے چہروں کو چھپائے ہوئے تھیں کسی کے باپ کسی بیٹے کسی کے شوہر کسی کے بھائی کا سر نوک نیزہ پر سامنے تھا۔ اہل کوفہ کو اولاد رسول کی خلافت سے مایوس کرنے اور ان کی عظمت دلوں سے نکالنے کی اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہ تھی فوج بڑھا دی گئی تھی شادیانے بج رہے تھے اور قافلہ گذر رہا تھا۔ کچھ لوگ ایسے بھی جن کے دل اس منظر سے سینہ میں دھڑک رہے تھے کچھ آنکھوں میں نمی بھی تھی اور کچھ لوگ منھ پھیر کے رو بھی رہے تھے امام نے اس حالت کا اندازہ کر کے مجمع کو مخاطب کیا متموج فضا ساکن ہوئی اور ہاشمی فصاحت دریا موج زن ہوا الفاظ کی حرارت نے دلوں کو پگھلا دیا مجمع میں کہرام برپا ہو گیا پھر جناب زینب کے خطبہ سے بیس برس کے بعد علی کی آواز کانوں میں گونجنے لگی در و دیوار سے سر ٹکرائے جانے لگے گھروں سے چادر کپڑوں اور خرموں کی بارش ہونے لگی اس پر جناب ام کلثوم کا یہ کہنا کہ ہم آل محمد ہیں صدقہ ہم پر حرام ہے ایک صاعقہ بن گیا اور اموی حکومت سے نفرت و حقارت کی ایک لہر دوڑ گئی ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں کہ ہم آپ کی اطاعت کریں گے اور آپ کی طرف سے جنگ کریں گے امام نے فرمایا ہمیں نہ تمہاری موافقت کی ضرورت ہے نہ مخالفت کی اس طرح اموی سیاست کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے اور جو

اثر وہ پیدا کرنا چاہتی تھی وہی اس کے خلاف پیدا کر کے یہ قافلہ آگے بڑھا گلی کوچوں سے گذرتا ہوا دربار ابن زیاد میں پہنچا آگے آگے امام ان کے پیچھے

دربار ابن زیاد

محذرات عصمت و طہارت گرد کی چادر میں لپٹی خاموش کھڑی تھیں امام حسین کا سر سامنے رکھا تھا۔ ابن زیاد ناشتہ میں مشغول تھا جب تک فارغ نہیں ہوا اس نے توجہ نہیں کی امام نے دل میں کہا خداوندا اس وقت تک مجھے دنیا سے نہ اٹھانا جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ میرا دسترخوان بچھا ہے اور ابن زیاد کا سر سامنے رکھا ہے۔ امام کی اس قلبی کیفیت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی انھیں شکست تسلیم نہیں وہ آئندہ اموی سیاست کو شکست دینے کا عزم رکھتے ہیں اور ابن زیاد کا سر کٹا ہوا دیکھنے کا خیال ان کے دماغ میں موجود ہے۔

تاریخ کے آئینہ خانے میں ہم نے بڑے بڑے سورماؤں کو دیکھا ہے کہ جب دشمن کے شکنجے میں آ لیے ہیں تو ساری آن بان رخصت ہو گئی گڑگڑانے اور رحم کی درخواست کرنے کے علاوہ کچھ نہ بن پڑا لیکن پیغمبر دامام کی ہمت کسی حالت میں شکست قبول نہیں کرتی وہ نہ فوج کی محتاج ہے نہ خزانہ کی حق پر قایم رہنا اس کا محاذ ہے اور اس سے نہ ہٹنا اس کی کامیابی ہے موت اور حیات کا اس کی فتح و شکست سے کوئی تعلق نہیں۔

ابن زیاد ناشتہ کے بعد متوجہ ہوا اس کو ایک خاتون نظر آئیں جن کے گرد عورتیں حلقہ کیے تھیں۔ پوچھا یہ کون عورت ہے جو اس بے پروائی سے میرے سامنے بیٹھی ہے۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ تیسری مرتبہ پوچھنے پر ایک کنیز نے کہدیا کہ یہ علی کی بیٹی ہیں اس نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تمھیں ذلیل کیا اور تمہارا جھوٹ کھول دیا۔

کہاں ہیں دنیا کے سیاست داں کیا ہے ان کا مشورہ اِن حالات میں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہر سیاست داں یہی کہے گا کہ جناب زینب اپنے بھائی کی غلطی کا اعتراف ان کے فعل سے اپنی بے تعلقی کا اظہار اور اپنی رہائی کی درخواست کریں۔ دنیا کا یہی طریقہ ہے ہر حالت میں اپنے تحفظ اور فلاح کی راہ نکال لینا عقلمندی ہے مگر جن لوگوں کی نظر میں عقبیٰ کا تحفظ اور آخرت کی فلاح ہوتی ہے ان کا کوئی کلمہ خلافِ حق نہیں ہوتا چنانچہ جناب زینب نے جو کہا وہ دنیاوی سیاست کے لحاظ سے غلط اور پیغمبرانہ سیاست کے مطابق ہے اُنھوں نے ڈانٹ کے کہا:۔

"خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے پیغمبر کی وجہ سے بزرگی بخشی اور ہر برائی سے دور رکھا۔ جھوٹے اور فاسق ذلیل و رسوا ہوتے ہیں اور وہ ہمارے دشمن ہیں"۔

اس نے کہا: "تم نے دیکھا خدا نے کس طرح تمہارے بھائی کو ذلیل کیا"۔

فرمایا خدا نے ان کو شہادت کا شرف بخشا اور زیاد کے بیٹے خدا ایک دن تجھے اور انھیں ایک جگہ جمع کرے گا اس وقت معلوم ہوگا کہ غالب کون اور مغلوب کون ہے"۔

ابن زیاد کے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ اس کو یہ جواب ملیگا اس کے قصر غرور میں زلزلہ تھا اس کے اقتدار کی عمارت منہدم تھی اور اس کے پندار کا بت منہ کے بل زمیں پر اوندھا پڑا تھا۔ جھلا کے جلاد کی طرف اشارہ کیا۔ عمرو بن حریث نے کھڑے ہو کے کہا۔ عورتوں کی باتیں قابل مواخذہ نہیں ہوتیں اس نے غصہ سے سر جھکا لیا۔ کچھ دیر کے بعد

امام کی طرف متوجہ ہو کے پوچھا یہ کون ہیں اسے بتایا گیا کہ یہ علی بن الحسین ہیں کہا کیا علی بن الحسین کو خدا نے قتل نہیں کیا امام نے فوراً رد کی فرمایا وہ میرے بھائی تھے جنھیں تیرے آدمیوں نے قتل کر دیا یہ سننا تھا کہ اس کا شعلہ غضب بھڑک اُٹھا کہا ابھی تم میں میرے جواب کی ہمت باقی ہے جلّاد کو حکم دیا کہ گردن اُڑا دے جناب زینب بھتیجے سے لپٹ گئیں اور کہا ابن زیاد ابھی ہمارے خون سے تیرا جی نہیں بھرا اگر انھیں قتل کرنا ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے امام زین العابدین نے جناب زینب کو خاموش کر کے جو کچھ فرمایا وہ فتمنوا الموت کی اِن کُنتُم صادقین کی تفسیر اور نبوت و امامت کے دل کی آواز ہے جسے ہر اس شخص کو سنا دینا چاہیے جو آخرت پر ایمان کا مفہوم جاننا چاہتا ہے فرمایا ابن زیاد تو مجھے موت سے ڈراتا ہے قتل ہو جانا ہماری عادت اور شہادت ہمارا شرف ہے۔ ابن زیاد نے غصہ میں سر جھکا لیا اور کچھ سوچ کے کہا اچھا اسے عورتوں کے ساتھ جانے کے لئے چھوڑ دو اور امام حسین کے سر سے بے ادبی کرنے لگا بوڑھے صحابی

زید بن ارقم کا واقعہ | زید بن ارقم وہاں بیٹھے تھے ان سے نہ دیکھا گیا چیخ کے کہا ہٹا لے چھڑی لب و دندانِ حسین سے خدا کی قسم میں نے رسول کو ان ہونٹوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے ابن زیاد نے کہا اگر تو بوڑھا نہ ہو گیا ہوتا اور تیری عقل نہ زائل ہو گئی ہوتی تو ابھی قتل کر دیتا زید یہ کہتے ہوئے اُٹھ گئے کہ عربو! تم غلام ہو چکے تمھیں آزادئ ضمیر سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ اس کے بعد ابن زیاد امام کو مسجد میں لایا جہاں مجمع عام تھا اور منبر پر جا کے حمد و ثنائے الٰہی بعد کہا۔

شکر ہے خدا کا جس نے حق اور اہلِ حق کو ظاہر کر دیا امیر المومنین یزید بن معاویہ اور ان کے گروہ کی نصرت کی جھوٹے کے بیٹے اور اس کے پیروں کو قتل کیا۔

عبداللہ بن عفیف کا واقعہ | عبداللہ بن عفیف ازدی وہاں بیٹھے تھے یہ اصحاب
امیر المومنین میں تھے جمل وصفین میں ان کے ساتھ شریک تھے ایک آنکھ جمل میں ایک
صفین میں ضائع ہوگئی تھی اس وقت سے مسجد میں قیام کر لیا تھا اور رات دن عبادت
میں مشغول رہتے تھے انھوں نے یہ سنا تو غضبناک آواز میں گرج کے کہا تو جھوٹا تیرا
باپ زیاد بن ابیہ جھوٹا اور تیرا امیر جھوٹا جس نے تجھے امارت دی مرجانہ کے
بیٹے اولاد پیغمبر کو قتل کر کے منبر پر صد یقین کی جگہ بیٹھتا اور ایسی باتیں کہتا ہے
ابن زیاد نے غیظ میں آ کے حکم دیا کہ اس اندھے کو پکڑ کے میرے پاس لاؤ عبداللہ نے
اپنے قبیلہ کو آواز دی ساتھ آٹھ سو آدمی آگے بڑھے اور عبداللہ کو ابن زیاد کے آدمیوں
سے چھین لیا اس وقت مقابلہ کی طاقت نہ پا کے ابن زیاد خاموش ہوگیا لیکن رات
کو انھیں قتل کرا دیا۔

مسجد کوفہ کا یہ اجتماع اس ہنگامہ پر ختم ہوگیا اور یہ قیدی زندان میں بھیج دیئے
گئے تاکہ یزید سے ان کے مستقبل کے متعلق معلوم کیا جائے ایک ماہ کے بعد وہاں سے
سفر دمشق | جواب آیا کہ دمشق روانہ کئے جائیں۔ سرہائے شہدا زحر بن قیس کے
سپرد کئے گئے ابو بردہ ازدی اور طارق بن ابی ظبیان کو فوج کے دستوں کا
سالار بنایا گیا محضر بن ثعلبہ اور شمر ذی الجوشن کی سپردگی میں اسرائے اہلبیت
کئے گئے امام کے گلے میں زنجیر اور دونوں ہاتھ گردن سے باندھے گئے اور
مخدرات عصمت و طہارت کو اونٹوں پر بٹھا کے قافلہ روانہ کیا گیا۔ امام راستہ بھر
حمد خدا اور تلاوت قرآن فرماتے رہے اور کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ خود امام
زین العابدین نے اس سفر کی کیفیت امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ بیان کی ہے
کہ کوفہ سے ہم کو مشرقی حصافہ لے گئے اسے پار کر کے تکریت لائے۔ یہاں سے
خشکی کا راستہ اختیار کیا اور اعمیٰ۔ دیر اعورہ۔ برسلیتا۔ وادی نخلہ اور آرمینہ

ہوتے ہوئے لیا پہونچے یہاں اہل شہر کو معلوم ہو گیا کہ یہ اہل بیت محمد ہیں انھوں نے گریہ وزاری کی صلوٰۃ بھیجی قاتلوں سے برأت کا اظہار کیا اور فوج کو شہر سے نکال دیا وہاں سے کحیل ہوتے ہوئے جہینہ پہنچے اور عامل موصل کو لکھا کہ حسین کا سر ہمارے ساتھ ہے تزک واحتشام سے ہمارا استقبال کرو اس نے شہر کی آرائش کا حکم دیا اور ایک جم غفیر نے چھ میل تک شہر کے باہر استقبال کو آیا کسی نے پوچھا کیا بات ہے کہا ایک خارجی کا سر آ رہا ہے جو یزید کے پاس جائے گا۔ ایک شخص نے کہا لوگو یہ خارجی کا سر نہیں ہے بلکہ حسین بن علی کا سر ہے یہ سُننا تھا کہ چار ہزار آدمی مسلح ہو گئے کہ سر حسین چھین کے دفن کر دیں گے جب لشکر یزید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے راستہ بدل دیا اور تل اعفر کو عبور کر کے سنجار گئے وہاں سے نصیبین ہوتے ہوئے عین الورد پہونچے اور عامل دعوات کو استقبال کے لئے لکھا اس نے بڑا پُر جوش استقبال کیا فوجیوں کی ضیافت کی اور خوب شراب پلائی رات وہیں بسر کی اہل شہر نے گریہ وزاری کی صبح کو وہاں سے چل کر قنسرین پہنچے وہاں کے لوگوں نے شہر میں داخل ہونے سے روک دیا اور بہت لعنت ملامت کی وہاں سے جلد روانہ ہو کر معرۃ النعمانی پہنچے یہاں لوگوں نے استقبال کیا اور فوج کی شراب وطعام سے ضیافت کی ایک دن وہاں قیام کر کے شیزر پہنچے وہاں کے لوگوں نے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا وہاں سے کفر طاب گئے وہاں بھی لوگوں نے راستہ دینے سے انکار کیا یہاں پانی ختم ہو گیا خولی نے پانی مانگا ان لوگوں نے پانی دینے سے بھی انکار کیا اور کہا تم کو ایک قطرہ پانی نہ دیں گے وہاں سے جلد روانہ ہو کر سیبور پہنچے اہل سیبور کو پہلے سے علم ہو گیا تھا کہ یہ خارجی کا نہیں حسین بن علی کا سر ہے وہ جمعیت کثیر کے ساتھ مسلح ہو کے شہر سے باہر نکل آئے اور سخت جنگ ہوئی یہ سب

مدافعت کرتے اور بچتے ہوئے وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور حماۃ پہنچے وہاں اہل شہر نے دروازہ بند کر دیا اور داخل شہر ہونے کی اجازت نہیں دی وہاں سے حمص اور وہاں سے بعلبک لے گئے وہاں کے لوگوں نے خوشیاں منائیں۔

بعض روایات میں حران اور عسقلان کا بھی ذکر ہے۔ حران میں یحییٰ حرانی نے اپنا عمامہ پھاڑ کے اور بہت سے کپڑے اور کھانا پیش کرنا چاہا موکلین مانع ہوئے جنگ کی نوبت آ گئی یحییٰ پانچ آدمیوں کے ساتھ شہید ہو گئے ان کی قبر دروازہ شہر پر اب تک موجود ہے جس پر لکھا ہے قبر یحییٰ شہید مشہور ہے کہ یہاں دعا مستجاب ہوتی ہے۔

عسقلان میں لوگوں نے شہر کی آرائش اور استقبال کی تیاریاں کی تھیں مگر جب انھیں معلوم ہوا کہ یہ اہل بیت رسول ہیں تو کپڑے اور کھانا لیکے آئے اور موکلین کے منع کرنے پر انھیں اتنا مارا کہ بہت سے زخمی ہو گئے۔

دیر راہب کا واقعہ بھی تاریخوں میں ملتا ہے ایک منزل وہاں بھی ہوئی تھی اور کسی نے دیوار پر یہ شعر لکھ دیا تھا ؎

اترجوا امۃ قتلت حسینا   شفاعۃ جدہ یوم الحساب

کیا تم حسین کو قتل کرنے کے بعد اس کی امید رکھتے ہو کہ قیامت میں ان کے جد تمہاری شفاعت کریں گے؟

یہ واقعات ہم نے اس لکھے ہیں کہ اندازہ ہو جائے کہ قتل حسین ایسی سیاسی غلطی تھی جس نے مسلمانوں کو بے چین کر دیا اور بنی امیہ کی طرف انقلاب سر اٹھا کے دیکھنے لگا۔

دمشق میں داخلہ | سولہ ربیع الاوّل کو یہ قافلہ دمشق پہنچا یہ معاویہ کا دار السلطنت

ہے۔ جہاں علی پر تبرّی کیا جاتا ہے اور اہلبیت سے عام طور پر لوگ واقف نہیں اعلان ہوا کہ ایک خارجی نے خروج کیا تھا اس کا کنبہ قید ہو کے آ رہا ہے شہر کی آئینہ بندی ہوئی اور قیدیوں کے آنے کا انتظار ہونے لگا راستوں اور کوٹھوں پر ٹھٹھ لگے تھے یزید اپنے قصر کی چھت پر چڑھا انتظار کر رہا تھا جب یہ قافلہ کوہ جیرون کے پاس پہنچا اور کوؤں کو چلاتا ہوا دیکھا تو اس نے یہ شعر پڑھا ؎

نعب الغراب فقلت صح اولا تصح	اے کوّے تو شور مچایا چپکا رہ
فلقد قضیت من النبی دیونی	میں نے نبی سے اپنے قرضے چکا لئے

قافلہ شہر میں داخل ہوا جناب ام کلثوم نے شمر سے کہا ایسے راستہ سے چلو جہاں تماشائی کم ہوں اور سروں کو ہم سے دور کر دو تاکہ لوگ ان کی طرف متوجہ رہیں۔ اور ہم پر ان کی نظریں نہ پڑیں لیکن یہ مقصد کے خلاف تھا قافلہ شہر کے بارونق بازار سے گذارا گیا سرہائے شہداء اور قریب کردئے گئے آگے آگے شادیانے بج رہے تھے رسول کے اہلبیت بے محمل و عماری کے اونٹوں پر رسیوں اور زنجیروں سے جکڑے بیٹھے تھے ایک منادی ندا کر رہا تھا هٰذا سبایا اهل بیعت الملعون جب دمشق کی جامع مسجد کے پاس پہنچے تو ایک بوڑھے آدمی نے اس حال میں دیکھکر اظہار مسرّت کیا امام نے فرمایا شیخ تم نے قرآن پڑھا ہے کہا ہاں پڑھا ہے فرمایا ذی القربیٰ حقہ پڑھا ہے کہا ہاں فرمایا انما یرید اللہ پڑھا ہے کہا ہاں فرمایا ہم وہی ہیں اس نے عمامہ سر سے پھینکدیا اور منہ پیٹ لیا عرض کی میری خطا معاف ہو سکتی ہے میں آپ کے دشمنوں سے بری بری ہوں فرمایا انشاء اللہ تمہاری خطا معاف ہے اس ہجوم میں قافلہ آگے بڑھا ایک شخص نے قریب آ کر کہا میں آپ کے دوستداروں میں ہوں کوئی

خدمت بجا لاسکتا ہوں غالباً اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر کچھ کھانا یا پانی کی ضرورت ہو تو حاضر کروں امام نے فرمایا تمھارے پاس کچھ نقد ہو تو آگے بڑھ کر لٹانا شروع کردو تاکہ مجمع ادھر متوجہ ہوجائے اور اس کی نظریں ہماری عورتوں سے ہٹ جائیں اس نے تعمیل کی اور مجمع کچھ دیر کے لئے ادھر متوجہ ہو گیا یہ قافلہ بازار سے

دربار یزید ہوتا ہوا دربار میں آیا امرائے شام کرسیوں پر اور یزید صدر میں بیٹھا تھا اس کے غلام قاسم بن عبدالرحمٰن نے امام حسین کا سر سامنے لاکے رکھا امام زین العابدین پیش کئے گئے۔

یزید نے کہا:- تمہارے والد نے قطع رحم کیا میرے حق کو ضائع کیا اور میری خلافت کو نہ مان کے کیا دیکھا۔

کیا اس کا جواب یہ نہیں ہے کہ انھوں نے جو کیا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں اور اس کے بدلے میں یزید ان کو خلعت اور انعام دے کے دربار سے رخصت کرے اور ایک وظیفہ معین کر دے اور یہ اس کے وفادار بن کے آرام سے زندگی گزاریں دنیا کا قاعدہ یہی ہے مشکلوں سے نجات حاصل کر لینا اور اپنی حالت کو بہتر بنا لینے کی تدبیر نکال لینا ایسا فعل ہے جس کی تعریف کرنے پر عقل مجبور ہے۔ لیکن امام دنیا دی سیاست کے بالکل خلاف فرماتے ہیں۔

جو مصیبتیں ان پر نازل ہوئیں وہ لوح محفوظ میں ان کی پیدائش سے پہلے لکھی ہوئی تھیں ——— انسان کو جو نہ مل سکے اس سے مایوس نہ ہو ——— اور جو مل جائے اس پر خوش نہ ہو خدا شیخی جتانے والے سے ناراض ہے"۔

یہ اس شخص کا جواب ہے جس کے گھر کے تمام افراد قتل کر دیئے گئے اور انتہائی ذلت کے ساتھ حکمران وقت کے سامنے حاضر ہے اور اس سے کہتا ہے جو کچھ ہو چکا وہ مقدرات الٰہی سے ہوا۔ جو ہمیں نہیں ملا اس سے ہم مایوس نہیں ہیں۔

جو تجھے مل گیا اس سے خوش نہ ہو خدا اس حالت کو منقلب کرسکتا ہے۔
اس طرح اس کی تمام ذہنی مسرتیں چھین لیں اور اس کی کامیابی کو ناکامی سے بدل دیا اب وہ ایک جھلایا ہوا شخص تھا جس نے طیش میں آکر کہا جو مصیبت تم پر آئی وہ اپنے ہاتھ سے آئی اس کے بعد اس نے عورتوں اور بچوں کو سامنے بلا کے ان کے حال تباہ کو دیکھا امام حسین کا سر سامنے رکھا تھا اس سے بے ادبی کرنے لگا ابو برزہ اسلمی صحابی رسول موجود تھے انھوں نے بے ادبی سے روکا اور کہا میں نے اپنے کانوں سے رسول کو یہ کہتے ہوئے سُنا ہے کہ یہ دونوں سردار جوانان جنت ہیں یزید نے ان کو دربار سے نکلوا دیا اور اس کی برہمی اور بڑھ گئی اتنے میں ایک شخص نے جناب سکینہ کو کنیزی میں طلب کیا۔ بچی جناب زینب سے لپٹ گئی انھوں نے اس کو تسکین دیتے ہوئے اس شخص سے کہا تو غلط کہتا ہے نہ تجھے اختیار ہے نہ یزید کو اب اس کا غصہ اور بڑھ گیا کہا تو جھوٹی ہے مجھے اختیار ہے۔ جناب زینب نے فرمایا ہرگز تجھے یہ اختیار نہیں جب تک ہمارے دین کو چھوڑ کے کھلم کھلا کوئی دین نہ اختیار کرے۔

یزید نے کہا اس طرح مقابلہ کروگی دین سے تمہارے باپ اور بھائی خارج ہو گئے تھے جناب زینب نے کہا دین خدا میرے باپ بھائی اور نانا کا دین ہے جسے تو نے تیرے باپ اور دادا نے اختیار کیا۔ اب یزید کا غصہ انتہائی عروج پر تھا اس نے جناب زینب کو سخت الفاظ کہے جس کے جواب میں اُنھوں نے فرمایا تو ایک حاکم مسلط ہے ظلم کے ساتھ گالیاں بک رہا ہے اور سلطنت کی وجہ سے قہر ڈھا رہا ہے یزید غصہ میں ابن زبعری کے یہ اشعار رجز کی طرح پڑھنے لگا۔

لیت اشیاخی ببدر شہدوا	کاش ہمارے بزرگان بدر اُس وقت ہوتے
جزع الخزرج من وقع الاصل	جب خزرج کے لوگ نیزہ لگنے سے چیخ رہے تھے

لاھلّوا و استہلّوا فرحاً — تو وہ خوش ہو کر مبارکباد دیتے
ثم قالوا یا یزید لا تشل — اور وہ کہتے یزید شاباش
لعبت ہاشم بالملک و لا — بنی ہاشم نے حکومت کیلئے ایک کھیل کھیلا تھا
ملک جاء ولا وحی نزل — نہ کوئی فرشتہ آیا نہ وحی نازل ہوئی

جس خوشی اور اپنی عظمت و وقار کے اظہار کے لئے یہ دربار منعقد کیا گیا تھا اسے امام زین العابدین کے جواب جناب زینب کی گفتگو اور ابو برزہ کے نکلوائے جانے نے خاک میں ملا دیا اس کا نشہ کامرانی اتر گیا وہ غصہ میں اپنے مقتولین بدر کو پکار رہا تھا اس وقت جناب زینب نے اپنی مظلومی اور خاندانی عظمت اس کا ظلم و ستم اور خاندانی پستی کا اظہار جس فصاحت و بلاغت زور بیان اور موثر الفاظ میں کیا اس نے اس کی ساری عزت خاک میں ملا دی فرمایا:۔

یزید تو نے ہمارے لئے آسمان و زمین تنگ کر دئے ہم تیرے پاس قیدی بنا کر کھینچتے ہوئے لائے گئے اس لئے سمجھتا ہے کہ ہم پر اختیار حاصل ہو گیا اور اور یہ خیال کرتا ہے کہ ہماری یہ حالت خدا کی بنائی ہوئی اور رسوائی اس کی دی ہوئی ہے اور تجھ پر خدا کا احسان ہے تاکہ تیری عظمت میں اضافہ ہو گیا یہ آیت بھول گیا کہ کافر اپنی مہلتوں کو اپنے لئے اچھا نہ سمجھیں ہم نے تو مہلت اس لئے دی ہے کچھ گناہوں میں اضافہ کر لیں اس لئے کہ ان کو ذلیل کن عذاب بھگتنا ہے

او طلقاء کی اولاد اپنی لونڈیوں اور بیگموں کو پردے میں بٹھا کر رسول کی بیٹیوں کو کنیزوں کی طرح بے پردہ کھلے منہ ایک شہر سے دوسرے شہر پھرا رہا ہے یہ خدا کے خلاف رسول کے خلاف اور شریعت کے خلاف تیری بغاوت ہے اور تجھ سے یہ بات خلاف توقع بھی نہ تھی جس کے دہن نے شہیدوں کے کلیجے چبائے جس نے سید انبیاء سے جنگ کے لئے قبیلے جمع کئے۔ لوٹ مچائی رسول کے روئے اقدس

پر تلوار کھینچی جو عرب میں خدا کا سب سے بڑا باغی۔ رسول کا سب سے بڑا دشمن کفر و
بغاوت میں سب سے زیادہ اس کا یہ کرتوت تعجب خیز نہیں۔ یہ کفر کی خصلت اور کینہ
توزی ہے۔ مقتولین بدر کی وجہ سے ہم اہل بیت کی دشمنی کیا بعید ہے جبھی تو
رسول کا انکار اور بالاعلان فخر کر رہا ہے بے محابا ان کی اولاد کو قتل کیا
ذرّیت کو گرفتار کیا اور بزرگوں کو آفریں کے لئے پکار رہا ہے ابو عبداللہ الحسین
کے ان دانتوں سے بے ادبی کر رہا ہے جس کو رسول چومتے تھے اور چہرے پر
مسرتیں کھیل رہی ہیں قسم کھا کر کہتی ہوں دل کے زخم ہرے ہیں۔ تو نے سردار
جوانان جنّت کا خون بہایا وہ عرب کے سردار آلِ عبد المطلب کے سورج تھے تو نے
اپنے بزرگوں کو پکار کر اور اس معصوم کا خون بہا کر اسلام سے کفر کی طرف
پیش قدمی کی ہے تیرے مقتولین بدر جلد تجھے دیکھیں گے۔ خدایا ہمارا حق لے لے
جس نے ہم پر ظلم کیا ہے اس سے انتقام لے جس نے ہمارے خون بہائے ہمارے
عزیزوں کو مارا ہماری پردہ دری کی اور ہمیں بے لبس اور مصیبت میں مبتلا کیا
اب بہت جلد ذرّیت نبی کی داستان ان کے سامنے آئے گی اور تو نے جو ان کی
ہتک حرمت کی ان کی اولاد کا خون بہایا وہ سب ان کے سامنے پیش کیا جائیگا۔
یزید قتل حسین سے خوش نہ ہو جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہوتے ہیں انھیں مردہ
نہ جان وہ زندہ اور خدا کے یہاں سے رزق پاتے ہیں خدا کے افضال سے خوش
ہیں تیرے لئے ہمارا ولی خدا مدعی رسول معاون جبرئیل ہیں اور یہی ہمارے
لئے کافی ہے جس نے تجھے تخت نشین کرایا اور مسلمانوں کے سر پر مسلط کرایا
اس کو بہت جلد معلوم ہوگا کہ ظالموں کو برا عوض ملتا ہے۔ یزید تو نے جو ہماری
توہین کی اب اعزاز کرے اس لئے میرے لہجے میں نرمی کی توقع بیکار ہے ہم پر
مسلمانوں کی آنکھیں رو رہی ہیں ان کے دل غمگین ہیں تیرے سرکش دماغ اور غضب

خدا اور لعنت رسول بھرے ہوئے جسم میں شیطان نے آشیاں بندی اور منزل گزینی اور آمد و رفت بڑھنے اور پھیلنے کا انتظام کر رکھا ہے کتنے تعجب کی بات ہے کہ پرہیزگار اولادِ رسول ذریت امام منحوس کم اصل فاسق و فاجر نسلوں کے ہاتھوں قتل ہو رہی ہے اس کے ہاتھ سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے ان کے لب و دنداں ہمارے گوشت سے پُر ہیں ہمارے وارثوں کے پاکیزہ اجسام کھُلے میدان میں پڑے ہیں اگر تو نے ہمیں مال غنیمت سمجھا ہے تو بہت جلد ہمیں نقصان رساں پائے گا۔ خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا خدا ہی سے فریاد اور اسی سے امید ہے جو تیری تدبیریں ہیں وہ کر جو تجھ سے ہو سکے وہ بجا لا اسی کی قسم جس نے ہمیں قرآنِ نبوت نجابت اور وحی سے شرف بخشا تو ہماری انتہا کو نہیں پا سکتا ہماری حدوں تک نہیں پہونچ سکتا ہماری یاد نہیں مٹا سکتا ہماری توہین سے اپنا دامن نہیں دھو سکتا تیری رائے خبط تیرا عہد عذاب تیری جمعیت پراگندگی ہے ایک دن منادیِ غیب سے آواز دے گا ظالم پر خدا کی لعنت اس خدا کی حمد جس نے اپنے اولیا کو سعادت اور اپنے مخلصوں کو مقصد میں کامرانی بخشی انھیں اپنی رحمت و مغفرت میں منتقل فرمایا جن کی آزمایش تیرے ذریعہ فرمائی۔ پروردگار تو ان کو پورا اجر اور بے انتہا ثواب دے ان کے پس ماندوں کو صبر اور خلوص عطا فرما تو رحیم اور ودود ہے۔ دنیا میں کسی قیدی عورت کا یہ دل و جگر ہے جو اس حالت میں دشمن کو اس طرح مخاطب کرے اس کے مہیّا کیے ہوئے تمام سامان مسرت کو پامال کر دے فتح و کامرانی کی تمام مسرتیں اس سے چھین لے یزید نے یہ سن کے کہا۔

رونے والیوں کے بین کتنے اچھے ہوتے ہیں اور ان پر موت کتنی آسان ہے یہ جواب خود بتاتا ہے کہ کہنے والا ذہنی شکست کھا چکا ہے۔

اس کے بعد اس نے مسجد میں سیّد سجاد کو بلوایا خطیب نے یزید اور اس کے
خاندان کی تعریف اور علی و اولاد علی کی برائیاں بیان کیں جیسے ہی اس نے تقریر
ختم کی امام زین العابدین کھڑے ہو گئے اور خطیب کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے
رضائے خدا پر رضائے مخلوق کو ترجیح دی خدا تیرا پیٹ آتش جہنم سے بھرے۔ قرینہ
کہتا ہے کہ اس کے بعد امام نے کچھ کہنا چاہا اور یزید نے منع کیا کیونکہ اس کے
بعد مورخ بیان کرتا ہے کہ مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں کہ اس نوجوان کو بولنے کی
اجازت دی جائے یزید نے انکار کیا لیکن۔ مجمع کے اصرار سے اجازت دینا پڑی۔
امام منبر پر تشریف لے گئے۔ فرمایا۔ ایہا الناس خدا نے ہمیں چھ چیزیں عنایت
فرمائی ہیں۔ علم۔ حلم۔ سماحۃ۔ شجاعت۔ فصاحت اور ہماری محبت اہل ایمان
کے قلوب میں اور سات فضیلتیں دین۔ محمد مصطفےٰ جعفر طیار۔ اسد اللہ اور سبطین
امت۔ جو شخص مجھے جانتا ہے وہ جانتا ہی ہے جو نہیں جانتا اسے معلوم ہونا چاہیے
کہ میں اس کا فرزند ہوں جس نے مکہ کی بنیاد قائم کی منیٰ کو شعائر حج میں داخل کیا
زمزم و صفا کی بنیاد رکھی میں اس کا فرزند ہوں جو براق پر سوار ہو کے قاب قوسین
او ادنیٰ تک گیا اور ملائکہ نے نماز پڑھی جس کے پاس جبرئیل وحی لے کے آئے
میں اُس کا فرزند ہوں جس نے سرکشان عرب کی ناک خاک مذلت پر گھس دی یہانتک
کہ کلمہ توحید کو تمام عرب میں پھیلا دیا جو پیغمبر کی زندگی میں اکثر لڑائیوں کا فاتح
ہے جس کے ہاتھ میں ہمیشہ رایت اسلام رہا جس کا ایک لمحہ بھی کفر میں نہیں گذرا
جو سابق الاسلام وارث پیغمبر ماحی ملحدین پیشوائے مسلمین مشعلہ دار مجاہدین
زینت عابدین ترتیب یافتہ مکتب رب العالمین تھا جس کی مدد کو فرشتے آئے
جس نے مارقین و ناکثین و قاسطین سے جمل و صفین و نہروان میں جنگ کی وہ
افتخار عرب جس کی نگاہ ہمیشہ حکم خدا و رسول پر رہی وہ دست قدرت کا تیر

جو منافقین کے سینہ میں پیوستہ رہا اور دھن قدرت کی زبان تھا نصرت دین میں سب سے آگے محور چرخ اجرائے احکام جس نے دشمنانِ اسلام کے اصلاب کو قطع کر دیا میدانِ رزم کا شیر غضبناک شاخص مردم عراق و عرب سردار و مقتدائے بزرگانِ عالم وارث مشعرین ابی الحسن والحسین ۔ علی بن ابی طالب اور میری دادی فاطمہ زہرا دختر سید المرسلین بزرگ ترین زنانِ عالم تھیں ۔ میرے والد بزرگوار وہ تھے جن کو دو نہروں کے بیچ میں پیاسا شہید کیا گیا اگرچہ انھوں نے بہت سمجھایا مگر اس کا جواب سوائے نوکِ سناں و تیر و شمشیر کے اور کوئی نہ دیا گیا ۔

یہاں تک امام پہونچے تھے کہ فضائے مسجد شور گریہ سے گونج گئی امام خاموش ہوگئے انتظار تھا کہ صدائے گریہ کم ہو تو تقریر شروع کریں یزید نے موذن کو حکم دیا کہ اذان سے امام کی تقریر قطع کر دی موذن نے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا امام نے کہا بے شک خدا سب سے بڑا ہے اس کے بعد اس نے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا ۔ امام نے کہا میرا ہر بن مو اس کی یکتائی کی شہادت دیتا ہے پھر موذن نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا امام نے یزید کو مخاطب کرکے پوچھا یہ محمد مصطفےٰ جن کی رسالت کی شہادت ہے میرے جد تھے یا تیرے مسجد میں ہنگامہ تھا اور امام کا خطبہ یہیں تک پہنچا تھا کہ یزید مسجد سے اٹھ کے چلا گیا اور دیر تک مسجد شورِ مردم سے گونجتی رہی ہر طرف سے اس ظلم شدید پر ملامت کی صدا بلند تھی دلوں پر امام کی بیکسی و مظلومی کا ایک گہرا اثر تھا اس کے بعد یزید کو پھر کبھی مجمع عام میں بلانے کی جرأت نہ ہوئی ۔ اہل بیت رسول کی اسیری ان کی تشہیر کی وجہ دربار میں طلبی کا مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ امام حسین کی غلطی کا اعتراف اور اپنی رہائی و ترحم کی درخواست کریں اور وہ انھیں معاف کرکے جائزہ و انعام دے اور وظیفہ معین کر دے اس طرح ان کی سیاسی حیثیت اور قلوب پر

عظمت کا اثر ختم ہو جائے اور لوگ ان کی خلافت سے مایوس ہو جائیں۔ یہ خیال غلط نہ تھا اسی طرح یا عظمت خاندان شکست کھائے حکومت کے وفادار بن جاتے ہیں۔ اس کے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا تھا کہ مقابلہ ان لوگوں سے ہے جو آخرت پر کامل ایمان رکھتے اور دنیا کو ناپائدار سمجھتے ہیں اس کی دلفریبیوں کی طرف آنکھ اٹھا کے نہیں دیکھتے اور آخرت میں بلند درجات حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے ہیں اس عارضی دنیا کو عالم باقی کے حصول کا ذریعہ بناتے ہیں اس لئے وہ حق کا ساتھ نہیں چھوڑتے حق پر مرنے کی تمنا کرتے ہیں موت انھیں شہد سے زیادہ شیریں معلوم ہوتی ہے وہ اس سے اتنا مانوس ہوتے ہیں جتنا بچہ پستانِ مادر سے انھیں اس کی پروا نہیں کہ موت ان پر آپڑے یا وہ موت پر جا پڑیں وہ مشتاقِ شہادت رہتے ہیں اور جب تلوار سر پر پڑتی ہے تو کہتے ہیں رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا وہ ہر ظلم و جور پر صبر کرتے اور آخرت کے انتقام پر مطمئن رہتے ہیں جس کا یہ ایمان ہو اسے دنیا کی کوئی بھی چیز ڈرا نہیں سکتی ہے اور کون سی دلفریبی اس کے قدم کو ڈگمگا سکتی ہے اس نے جو کچھ سوچا غلط سوچا اس کے ہر اقدام کا نتیجہ الٹا نکلا اِن قیدیوں نے ہر جگہ اس کی حقیقت اِس کے مظالم اور اپنی فضیلت کا اثر قلوب پر قائم کیا۔

اس نے اپنے دربار کا نقشہ بھی دیکھا اور مسجد کا ہنگامہ بھی اسے دربار ابن زیاد اور مسجد کوفہ کا حال بھی معلوم ہوا ہوگا راستہ کے شہروں میں اہل شہر کی بےچینی اور اہل بیت نبوی کا اس حال میں ان کے شہر میں وارد ہونے پر ان کی برہمی موصل۔ حماۃ۔ سیبور وغیرہ میں جنگ ہونا بلاد اسلامیہ میں شدید غم و غصہ کا پھیل جانا خود اس کے گھر میں اس کے بیٹے اور بیوی کا اس سے ناراض ہونا اہل شام کا بھی حقیقت حال سے بے خبر نہ رہنا ایسی باتیں تھیں جن سے اس نے

محسوس کیا کہ مسلمانوں کے دل غم و غصہ سے بھر گئے ہیں اس کی تمام تدبیریں الٹ گئی ہیں اس کی فتح و کامرانی شکست میں بدل چکی ہے اس کی نظریں خود اپنے اوپر ذلت سے پڑ رہی تھیں اور تمام عالم اسلامی پر آل محمد کی فضیلت و بیگناہی کا اثر دیکھ رہا تھا اس کی کامرانی کی مسرتیں ندامت سے بدل چکی تھیں اب وہ راتوں کو سوتے میں اچھل پڑتا تھا اور کہتا تھا مالی وللحسین میں نے یہ کیا کیا۔

خونبہا کی پیشکش اس کو تلافی کا خیال بے چین کرنے لگا امام زین العابدین سے خونبہا لینے کی درخواست کی۔

عام عقل و سیاست کا مشورہ تو یہی ہے کہ امام کو خونبہا لے لینا چاہیئے جو کچھ ہو چکا وہ پلٹ نہیں سکتا حکمران وقت کی یہ خواہش ہے کہ یہ بار اس کی گردن سے اتر جائے انکار کے یہ معنی ہیں کہ ہم اس بار کو تیری گردن سے اترنے نہیں دیں گے۔ یہ جواب مزید ابتلا کا سبب بن سکتا ہے اور اس پیش کش قبول کر لینے سے اس کی خوشنودی کے ساتھ ایک کثیر رقم بھی مل سکتی ہے جس سے اپنے حالات کی درستی اور بقیہ زندگی آرام سے گذاری جا سکتی ہے لیکن امام نے بڑی حقارت سے اس کو ٹھکرا دیا مگر اب یزید میں اتنی جرأت باقی نہیں رہی تھی کہ مزید ظلم کا خیال بھی کر سکے وہ دیکھ رہا تھا کہ عالم اسلامی غضب آلود نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہا ہے اس لئے چپ ہو رہا اور کہلا بھیجا کہ انھیں قید سے رہا کیا گیا جی چاہے شام میں رہیں یا مدینہ چلے جائیں۔ امام نے کہا پہلے ہمیں اپنے مظلوم باپ کا سوگ منانے کی اجازت دی جائے اس کی شکست کھائی ہوئی ذہنیت کا اندازہ کیجیے کہ اس سے اجازت مانگی جا رہی ہے اس کے ظلم و جور کی داستان بیان کرنے کی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی اور اس میں انکار کی جرأت نہیں چنانچہ محلہ دار الحجارہ میں ایک مکان خالی کرایا گیا اور

قیدخانہ سے یہ قیدی وہاں بھیجدئے گئے شام میں جو ہاشمی اور محبان اہلبیت تھے وہ پرسے کے لئے پہنچ گئے امام زین العابدین واقعات بیان کرتے رہے آٹھ روز تک یہ مجلس جاری رہی دمشق میں کہرام مچ گیا یزید اب بے بس تھا اور اپنے خلاف یہ سب دیکھ رہا تھا۔

مدینہ روانگی | شام میں عزائے حسین برپا کرنے کے بعد امام نے مدینہ جانے کی خواہش کی یزید نے نعمان بن بشیر کو بلاکے کہا تم صحابی رسول ہو ان کے اہلبیت کو مدینہ پہنچا دو چنانچہ ان کے اہتمام میں یہ قافلہ روانہ ہوا عزت و اکرام کے ساتھ عماریوں پر پردے پڑے تھے پانچ سوار سر جھکائے آگے آگے مؤدب چل رہے تھے ہر منزل کے لئے سامانِ راحت مہیا تھا۔

کربلا میں ورود | امام دمشق سے قبر امام حسین کی زیارت کے لئے کربلا روانہ ہوئے جب کربلا میں پہنچے اتفاق سے اسی وقت جابر بن عبداللہ انصاری مدینہ سے ایک قافلے کے قبر حسین کی زیارت کو آئے تھے۔ اور قبر حسین سے لپٹے ہوئے رو رہے تھے کہ قافلہ اہلبیت پہنچا اور یہ منظر دیکھا ایک کہرام برپا ہوگیا اہلبیت اور زائروں کے بین اور اشعارِ مراثی نے زمین کربلا کو ہلا دیا یہاں کئی روز قیام رہا اور امام واقعات بیان کرتے رہے اس کے بعد مدینہ روانہ ہوئے ہر منزل پر امام ٹھہرتے تھے اور وہاں کے لوگوں کو جمع کر کے واقعات بیان کرتے تھے جس پر لوگ روتے تھے اور یزید پر نفریں کرتے تھے۔

ورود مدینہ | جب مدینہ کے قریب پہنچے تو حکم دیا کہ قافلہ روک دیا جائے اور خیام برپا کئے جائیں بشیر بن جذلم سے فرمایا تمہارے باپ شاعر تھے تم بھی شعر کہتے ہو انھوں نے کہا ہاں فرمایا میرے باپ کی شہادت اور میرے ورود کی خبر اہل مدینہ کو سنا دو اس نے دردانگیز اشعار میں تعمیل کی اس کی آواز ایک

صور قیامت تھی جو مدینہ میں گونجی اور صبح محشر نمودار ہو گئی پردہ نشین عورتیں منہ پیٹتی بال پریشان گھروں سے نکل آئیں بشیر کہتا ہے کہ میری آواز سن کے لوگ میرے گرد جمع ہوتے تھے اور میں بتاتا تھا کہ اہل بیت فلاں مقام پر ہیں تو لوگ ادھر دوڑتے تھے میرے واپس ہوتے ہوتے مدینہ خالی ہو چکا تھا اور لوگ خیام کے گرد جمع تھے جب میں پہنچا تو ایسا ہجوم تھا جو میں نے کبھی نہیں دیکھا گھوڑے سے اتر کے بمشکل امام تک پہنچا دیکھا کہ حضرت خیمہ سے باہر کھڑے ہیں ایک رومال آپ کے ہاتھ میں ہے اور آنسو پونچھتے جاتے ہیں۔ خادم نے کرسی لا کر رکھدی حضرت اس پر بیٹھ گئے لیکن گریہ اتنا طاری ہوا کہ کچھ فرما نہ سکے لوگوں نے بے تاب ہو کے رونا شروع کیا صدائے مردم ایک آواز بن کے بلند تھی اور فضا گونج رہی تھی کچھ دیر کے بعد حضرت نے اشارہ کیا مجمع کچھ ساکت ہوا آپ نے حمد خدا کے بعد فرمایا اَیُّھَا النَّاس حمد اُس خدا کی جس نے مصیبتہائے بزرگ سے ہمارا امتحان لیا ایک بڑا رخنہ اسلام میں پڑ گیا ابو عبداللہ الحسین قتل کر دئے گئے ان کی عترت اسیر کی گئی ان کی اولاد ذبح کی گئی ان کا سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا اور شہروں شہروں تشہیر کی گئی کون انسان ہے جو اس کے بعد خوش ہو سکتا ہے اور کون آنکھ ہے جو اشکبار نہیں کون دل ہے جو شگفتہ نہیں اور کون قلب ہے جو گھائل نہیں کون کان اس صدا منذری سے سن سکتا ہے ارکان آسمان خروش میں اور اطراف زمیں گریہ کناں ہیں ہمیں گھروں سے نکال کے پراگندہ کیا گیا ہم کو ہمارے شہر سے دور پھینک دیا گیا ہمارے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو اسیران ترک و دیلم کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا جبکہ ہمارا کوئی جرم نہ تھا۔ قسم ہے اس خدا کی اگر ہمارے حق میں بجائے ہماری حرمت و حمایت کے قتل و غارت کا حکم دیا جاتا جب بھی اس سے زیادہ نہ ہو سکتا تھا ہماری یہ مصیبت اتنی عظیم اتنی دردناک اتنی سوزندہ اتنی

دشوار گذار اور اتنی تلخ ہے جس کی نہ کوئی حد ہے نہ انتہا ہم کو خدا اس کے بدلے میں
اجر و رحمت عطا کرے اور ہمارے دشمنوں سے انتقام لے۔

اس طرح امام نے اپنے درود کو مؤثر بنایا اس کے بعد شہر میں داخل ہوئے جیسے ہی ان کی نظر رسول خدا کے روضہ منورہ پر پڑی واجداہ وا محمداہ کی فریاد بلند ہوئی اور دوبارہ اہل مدینہ میں قیامت برپا ہو گئی اور صدائے گریہ سے در و دیوار ہلنے لگے جب حضرت زینب مسجد رسول کے پاس پہنچیں اس کے دروازے کو پکڑ کے آواز دی اے جد بزرگوار آپ کا نواسا شہید کر دیا گیا اور میں اس کی خبر شہادت آپ کے پاس لے کے آئی ہوں لوگوں کی حالت روتے روتے غیر ہو گئی تھی۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آل عبد المطلب کی ایک عورت بال بکھرے آستین سے سر چھپائے رو رہی تھی اور یہ شعر پڑھ رہی تھی۔

تم لوگوں سے رسول نے کیا کہا تھا اور تم نے کیا کیا
اُنھوں نے تو کہا تھا کہ ہماری عزت کی پیروی کرنا
تم نے اُن کو قید کیا اور ان کا خون بہا دیا

روایت میں ہے کہ بعد شہادت امام حسین پانچ برس تک کسی ہاشمیہ نے سُرمہ نہیں لگایا کسی مرد نے خضاب نہیں کیا اور کسی باورچی خانے سے دھواں نہیں اُٹھا یہاں تک ابن زیاد کا سر آیا اُس دن خوشی کا احساس دلوں کو ہوا۔

امام زین العابدین کے سامنے افطار کے وقت جب پانی آیا تھا تو آپ اُسے دیکھ کر اتنا روتے تھے کہ پانی میں آنسو مل جاتے تھے تو اُسے پھینک دیتے تھے اور فرماتے قتل ابن رسول اللہ جائعاً و عطشاناً۔

قیام مدینہ | اب امام مدینہ میں تھے کنبہ افراد سے خالی ہو گیا تھا مادی وسائل ختم ہو چکے تھے بیکسی اور مظلومی چھائی ہوئی تھی لیکن پیغمبر

میں شکست تسلیم نہیں کرتی اسے نہ فوج کی ضرورت ہے نہ خزانہ کی وہ حق کی آواز ہے تنہا بلند ہوتی ہے اور کبھی گم نہیں ہوتی مردانِ حق ہمیشہ اسے سنتے رہتے ہیں۔ امام زین العابدین نے ان حالات میں جہاد کا جو طریقہ اختیار کیا وہ سوائے پیغمبر و امام کے اور کوئی نہیں سوچ سکتا۔ انھوں نے اپنے والد بزرگوار کی شہادت کے دوسرے دن سے جہاد شروع کیا بازار کوفہ میں اہل کوفہ کے ضمیر کو جھنجھوڑا دربار ابن زیاد اور دربار یزید میں اپنی مظلومی اور خاندانی فضیلت اس کے مظالم اور خاندانی پستی بیان کرکے قلوب کو متاثر کیا یزید کے دار الخلافہ میں بیٹھ کے شامیوں کو اس کی داستان ظلم سُنائی اور دمشق سے روانہ ہو کے ہر منزل پر واقعات کربلا سے لوگوں کو آگاہ کیا مدینہ میں مجلسیں برپا کرکے لوگوں سے مجلسیں کرنے کی فرمائش کرکے اس داستانِ ظلم و ستم کو محفوظ کیا اور اس کو ثواب عظیم بتایا۔

زمانہ حج میں مدینہ سے مکہ کی مسافت بیس دن میں طے کرتے تھے اور آبادیوں میں قیام کرکے واقعات کربلا بیان کرتے تھے خود ہر وقت رویا کرتے تھے کھانا سامنے آیا اور رونا شروع کیا پانی دیکھا اور رقت طاری ہوئی راستہ میں امام کو آتے دیکھ کے قصاب گلہ گوسفند پر کپڑا ڈال دیتے تھے کیونکہ کٹا ہوا سر دیکھ کے امام تڑپ جاتے تھے انھوں نے اپنے بزرگ مرتبہ باپ کا سر نوکِ نیزہ پر اپنے ساتھ ساتھ دیکھا دربار ابنِ زیاد میں زمین پر رکھا ہوا دیکھا دربار یزید میں دیکھا اس لئے کٹا ہوا سر ان کیلئے صد درجہ مولم تھا۔ ان کی ایک بڑی خواہش یہ تھی کہ لوگ ذکر شہادت کریں اور اس کو سن کے روئیں۔

امام حسین پیغمبر خدا کے محبوب نواسے تھے ان کی محبتیں دیکھنے والے ابھی موجود تھے خود امام حسین علم و عمل میں رسول خدا کی تصویر تھے ان کا گھر مہمانوں

کے لئے ہر وقت کھلا اور اہل حاجت کی امید گاہ تھا مسلمانوں کے دل میں ان کی جگہ تھی کوئی شخص امت میں ان سے زیادہ معزز اور ہر دل عزیز نہ تھا۔

انھیں بھوکا پیاسا بڑی بے دردی سے شہید کیا گیا ان کا بھرا گھر پردیس میں برباد کر دیا گیا بچے بھی نہیں چھوڑے گئے یہ ایسا سانحہ تھا جس میں دل کو پگھلا دینے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی مسلمانوں کے دل رو رہے تھے اور قاتلوں سے شدید نفرت کے جذبات پیدا ہو گئے تھے۔ سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں کہ عمر سعد جدھر سے گذرتا تھا لوگ منھ پھیر لیتے تھے جب مسجد میں داخل ہوتا تو لوگ باہر نکل جاتے تھے جو دیکھتا تھا گالیاں دیتا تھا آخر وہ خانہ نشین ہو گیا اگر باپ قاتلوں میں شریک تھا تو بیٹا اس سے براءت کا اظہار کرتا تھا۔ عمر سعد کا سر اس کے بہنوئی نے کٹوایا اور اس کے بیٹے اور بیوی نے اس سے براءت کا اظہار کیا خولی کی نشان دہی اس کی بیوی نے کی یزید سے اس کی بیوی اور بیٹا متنفر تھا۔

امام زین العابدین کا اس شدت سے رونا اور اس میں اپنے ساتھ شریک نے کی لوگوں سے خواہش کرنا عام جذبات کے عین مطابق تھا چنانچہ اس کا شدت سے عمل ہوا اور دو سال کے اندر فضا اتنی گرم ہو گئی کہ ہر طرف بے چینی کے آثار نظر آنے لگے اور لوگوں نے یزید کی بیعت توڑنا شروع کر دیا۔

عامل مدینہ عثمان بن ابی سفیان نے یہ بے چینی محسوس کر کے اصحاب پیغمبر کا ایک وفد دمشق بھیجا تاکہ یزید ان لوگوں سے جس سلوک سے پیش آئے اور وہ واپس ہو کے اس بے چینی کو دور کریں اس وفد میں عبداللہ بن حنظلہ بھی تھے جو اپنے زہد و ورع میں مشہور تھے انھوں نے اہل مدینہ کو بتایا کہ ہم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جس نے حرام خدا کو اپنے لئے حلال کر لیا ہے۔ میں اس سے جہاد

کا عزم کر چکا ہوں اس کا جائزہ و انعام اس لئے قبول کیا کہ اس سے سامانِ جہاد فراہم کروں سب نے ان کی تائید کی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے عامل مدینہ اور تمام بنی امیہ کو شہر سے نکال دیا ادھر مکہ میں عبداللہ بن زبیر نے اپنی خلافت کا اعلان کیا اہل مکہ ان کے ساتھ ہو گئے یزید کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے مسلم بن عقبہ مری کو جو مسرف کے نام مشہور تھا بارہ ہزار سوار کے ساتھ مدینہ بھیجا اور ہدایت کی کہ مدینہ پہنچ کے پہلے اہل مدینہ کو بلائے اگر وہ نہ آئیں تو جنگ شروع کرے اور فتح کرنے کے بعد تین دن تک سپاہ کو اجازت عام دے دے کہ وہ جو چاہے کرے۔ مسرف مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر مقام حرہ میں خیمہ زن ہوا اور اہل مدینہ کو تین دن کی مہلت دی جب وہ نہیں آئے تو جنگ شروع ہوئی جب تک عبداللہ بن حنظلہ زندہ رہے سخت مقابلہ ہوا لیکن ان کی شہادت کے بعد مدینہ مسرف کے تصرف میں آگیا اور تین دن تک قتل عام ہوا پورا شہر لوٹ لیا گیا۔ کوئی لڑکی کنواری باقی نہیں رہی صرف دو خاندان اس نہیب و غارت اور ہتک ناموس سے محفوظ رہے ایک علی بن الحسین، دوسرے علی بن عبداللہ بن عباس مورخین کا بیان ہے کہ یزید نے خود تاکید کر دی تھی کہ علی بن الحسین سے تعرض نہ کیا جائے اور علی بن عبداللہ کے کچھ ننہیالی مسلم کی فوج میں تھے انھوں نے اولاد عبدالمطلب سے تعرض نہیں کرنے دیا اس واقعہ میں جو لوگ شہید کئے گئے ان میں عام اہل مدینہ کے علاوہ آٹھ سو وہ مہاجر و انصار تھے جو رسول کے ساتھ بدر و احد میں شریک تھے مدینہ کی مہم سے فارغ ہو کے مسرف مکہ پر حملہ آور ہوا لیکن راستہ ہی میں مر گیا حصین بن نمیر نے فوج کی کمان سنبھالی اور مکہ پر حملہ کیا عبداللہ بن زبیر سے سخت جنگ ہوئی کعبہ پر منجنیق سے آگ برسائی گئی اسی اثنا میں یزید کے مرنے کی

خبر آئی اور وہ ۱۳ ربیع الاول ۶۳ھ کو شام کی طرف پلٹ گیا اب مدینہ بھی ابن زبیر کی حکومت میں شامل ہوگیا اور یمن سے لیکے حجاز و عراق تک ان کا قبضہ ہوگیا۔ ایران اور مصر بھی بنی امیہ سے متنفر تھے عبداللہ بن زبیر کی خلافت مسلّم ہو جاتی کیونکہ بنی امیہ بھی ان کی بیعت پر آمادہ ہو چکے تھے مگر مروان پر اُنھوں نے سختی کی وہ مدینہ سے بھاگ کر دمشق پہنچا اور وہاں اپنی حکومت کا اعلان کردیا۔

جماعت توابین | کوفہ کے رؤسائے قبائل جو امام حسین کی آمد سے پہلے گرفتار کرلئے گئے تھے اور بعد شہادت رہا کئے گئے ان میں سلیمان بن صرد خزاعی بڑے بااثر شخص تھے یہ اصحاب رسول میں تھے اُنھوں نے شہادت حسین کے پانچ برس بعد اپنے مکان پر جلسہ کیا جس میں مسیب بن نجبہ فزاری رفاعہ بن شداد بجلی عبداللہ بن وال تیمی سعد بن فضیل ازدی شیوخ کوفہ شریک ہوئے سلیمان بن صرد نے ایک پرجوش تقریر کی اور کہا کہ فرزند رسول ہماری دعوت پر آئے اور ہمارے جوار میں قتل کردئے گئے اور ہم ان کی مدد نہ کرسکے اب ان کے قاتلوں سے انتقام ہمارے ذمہ ہے تمام رؤسائے قبائل نے تائید کی اور ایک بڑا لشکر مرتب کرکے سعد بن حذیفہ یمانی کو مدائن اور عبداللہ بن یزید انصاری و ابراہیم بن طلحہ انصاری کو لکھا کہ وہ کوفہ پر قبضہ کرلیں ۲۲ رمضان ۶۴ھ کو کوفہ پر قبضہ ہوگیا اور ربیع الاول ۶۵ھ کو سلیمان بن صرد کی قیادت میں لشکر روانہ ہوا پہلے یہ لوگ قبر امام حسین پر آئے وہاں گریہ وزاری اور توبہ و انابت کی اس کے بعد شام کی طرف روانہ ہوئے ابن زیاد ایک فوج لے کے آگے بڑھا جنگ ہوئی ابن زیاد میدان چھوڑ کے بھاگا مگر سلیمان بن صرد خزاعی ۹۳ سال کی عمر میں اس معرکہ میں شہید ہوگئے اور یہ لوگ کوفہ واپس آئے اس درمیان میں مروان مرگیا اور عبدالملک خلیفہ ہوا۔

غور کی بات یہ ہے کہ واقعہ شہادت کے بعد شیوخ کوفہ ایک مدت تک خاموش بیٹھے رہے اور پانچ سال کے بعد انھیں جوش آیا اُنھوں نے دوسرے مقامات کے لوگوں کو بھی خطوط لکھے کہ وہ کوفہ پر قبضہ کرلیں جیسے پہلے سے طے شدہ بات تھی۔

اس راز کا انکشاف اِس روایت سے ہوتا ہے کہ امام زین العابدینؑ نے اپنے ایک غلام سیاہ چادر کے مکان پر ایک بادیہ میں شہر سے دور قیام کرلیا تھا تاکہ لوگ آپ کی نقل و حرکت پر مطلع نہ ہوں وہاں سے آپ کربلا و نجف کا سفر کیا کرتے تھے اور کوفہ کربلا و نجف کے درمیان میں ہے اس کی تائید ابو حمزہ ثمالی کی روایت سے ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ امام زین العابدین کوفہ آئے اور مسجد کوفہ کے ساتویں ستون کے پاس کھڑے ہو کے دونوں ہاتھ کانوں تک لائے اور تکبیرۃ الاحرام اس طرح کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اس کے بعد نماز شروع کی تو ایسا دلربا لہجہ میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ یہ روایت تکبیرۃ الاحرام بالجہر اور رفع یدین کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے لیکن اس سے امام کا کوفہ جانا معلوم ہوگیا مسجد کوفہ میں امام کا مصلیٰ اب تک موجود ہے۔ کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ امام کوفہ اور کربلا و نجف کا جو برابر سفر کرتے تھے اس میں اپنے معمول کو ترک کیا ہو اور راستہ کی بادیوں میں قیام کرکے واقعہ کربلا نہ بیان کرتے ہوں اور کوفہ پہنچ کے آپ نے ان رؤسائے قبائل کے ضمیر کو نہ جھنجھوڑا ہو جنھوں نے امام حسین کو دعوت دی تھی اور ان کا ساتھ نہ دے سکے اور انھیں انتقام پر آمادہ نہ کیا ہو۔ قرینہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ان رؤسائے کوفہ نے جن لوگوں کو خطوط لکھے ان کے نام بھی امام نے بتائے ہوں جن سے امام کی پہلے گفتگو ہو چکی ہو گی۔

مگر ان لوگوں نے انتقام کی جو صورت اختیار کی وہ بالکل غلط تھی یزید مرحکا تھا اور شامی کوئی واقعہ کربلا میں شریک نہ تھا ابن زیاد نے اہل کوفہ کا لشکر مرتب کر کے کربلا بھیجا تھا تمام قاتلان حسین کوفہ میں تھے ان کو چھوڑ کے یہ لوگ شام گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مہم ناکام ہو گئی اور انتقام باقی رہ گیا۔ لیکن اس سے جوش اور انقلابی اثرات تیز ہو گئے اسلامی مملکت طوائف الملوکی کا شکار ہو گئی شام میں عبدالملک کی حکومت تھی یمن حجاز اور عراق پر عبداللہ بن زبیر کا تسلط تھا مصر و ایران بھی اموی حکومت سے متنفر تھے سوائے شام کے کہیں سے ان کو مدد ملنے کی توقع نہ تھی پوری مملکت میں اضطراب و انتشار اور ہنگامی حالات تھے ہر لحظہ نئی صورت پیدا ہو جانے کا امکان تھا ان حالات میں

قیام مختار مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے پاس ایک شخص آتا ہے اور وہ ایک خط دیتا ہے جس میں خون حسین کا انتقام لینے کا حکم ہے اور لکھا ہے کہ تم اس امر میں تردد نہ کرو اور اس سعادت سے محروم نہ رہو خداوند عالم تمہارے ہاتھ سے اس مہم کو انجام دے گا۔ اس کی مدد و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ وہ مشہور کرتا ہے کہ یہ خط علی بن ابی طالب کا ہے۔

حضرت علی کی طرف اس خط کی نسبت درایتاً غلط ہے اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ان کو واقعہ شہادت کا علم رسول سے ہو گیا تھا اور وہ اس کا انتقام مختار کے ذریعہ سے چاہتے تھے تو ان سے زبانی کہہ سکتے تھے کیونکہ مختار ان کے زمانہ میں مداین کے حاکم تھے۔

یقیناً حالات کا صحیح جائزہ لینے کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام نے خونِ حسین کے انتقام کا یہ بہترین موقع سمجھا اور اس کے لئے ان کی نظر مختار پر پڑی اور ان کو خط لکھا انھوں نے امام کو محفوظ رکھنے کے خیال سے مشہور کر دیا کہ یہ خط حضرت علی کا ہے اس کے بعد امام سے خط و کتابت کی

جس کی تفصیل تاریخ میں نہیں لیکن اتنا واضح الفاظ میں ملتا ہے کہ یہ مہم امام کی اجازت سے شروع ہوئی اور اس کو انھوں نے چھپایا نہیں بلکہ اپنی دلچسپی ظاہر کی اور مختار کے لئے دعا کرتے رہے تو مختار نے امام کی بے تعلقی کے اظہار کی ضرورت نہیں سمجھی اور پھر کہیں حضرت علی کے خط کا ذکر نہیں کیا۔ اس کے بعد مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر سے مشورہ کیا ان کے پاس سو جانبا ز سپاہی تھے۔ یہ لوگ ابھی منصوبہ بنا رہے تھے کہ حج واقع ہوا منہال کوفہ سے حج کے لئے گئے وہاں امام سے ملاقات ہوئی امام نے منہال سے پوچھا حرملہ کیسا ہے انھوں نے کہا کوفہ میں زندہ ہے امام نے کہا اللّٰھم اذقہ حر النار پروردگار اس کو آگ کی حرارت کا مزہ چکھا یقیناً امام کو حرملہ کی خیریت دریافت کرنا نہیں تھی بلکہ وہ مختار کے متعلق معلوم کرنا چاہتے تھے لیکن اس کا اظہار مناسب نہ تھا کیونکہ اگر وہ ابھی تیاری میں ہوں تو قبل از وقت انکشاف سے مقصد کو نقصان پہنچے گا چنانچہ منہال جب کوفہ واپس آئے تو وہاں مختار کا قبضہ ہو چکا تھا وہ مختار کے دوست تھے ان سے ملنے گئے اتفاق سے اس وقت حرملا گرفتار ہو کے آیا مختار نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے تجھپر قابو دیا اور ہاتھ پاؤں کٹوا کے آگ میں پھنکوا دیا۔

منہال نے یہ دیکھ کر سبحان اللہ کہا مختار نے سبب پوچھا انہوں نے حضرت کے ان کلمات کا ذکر کیا مختار یہ سن کے سجدہ میں گر گئے اور کہا شکر ہے اس خدا کا جس نے امام کی دعا میرے ہاتھ سے پوری کرائی میں اس خوشی میں روزہ رکھوں گا۔

اس وقت کوفہ میں تین جماعتیں تھیں ایک دوستدارانِ اہلبیت دوسرے قاتلانِ حسین تیسرے غیر جانبدار لوگ ابراہیم بن مالک اشتر دوستداران اہلبیت میں ایک بااثر شخص تھے وہ مختار کے شریک ہو گئے اور رسم رنگ

(سرخ۔سبز۔سفید) بیرق اپنے علم میں لگائے شب چہارشنبہ ۱۳ ربیع الثانی ۶۶ھ کو علم انتقام بلند کیا عبداللہ ابن کامل اسدی محافظ شہر ان کا شریک ہو گیا اور سخت جنگ کے بعد کوفہ پر مختار نے قبضہ کر لیا۔ مختار کے اقدامات سے بڑا خلوص ظاہر ہوتا ہے ان کی نظر صرف انتقام پر ہے اور یہ بات اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک اس کی محرک کوئی روحانی طاقت نہ ہو اور وہ امام زین العابدین کی ذات گرامی تھی یہی وجہ ہے کہ وہ ابن زیاد وغیرہ کا سر اُن کے پاس بھیجتے رہے اور ان کے اظہار مسرت سے ان کو خوشی اور تقویت حاصل ہوتی رہی۔

مختار نے کوفہ پر قبضہ کرتے ہی پہلا حکم یہ دیا کہ قاتلانِ حسین کی فہرست مرتب کی جائے اور کوئی شخص شہر سے باہر نہ نکلنے پائے شہر ناکہ بند ہو گیا گرفتاریاں ہونے لگیں اور قاتلانِ حسین چھپنے لگے عمر سعد مختار کا بہنوئی تھا وہ بہیرہ کے یہاں چھپ گیا اور مختار سے ایک امان نامہ لکھوا لیا کہ جب تک وہ مختار کے خلاف کوئی اقدام نہیں کرے گا اس کو امان ہے۔ اسحٰق بن اشعث کندی عبداللہ بن کامل اسدی محافظ شہر کا سالہ تھا وہ اس کے یہاں پناہ گزیں ہو گیا شمر اپنے ایک عزیز کے یہاں روپوش ہو گیا خولی اپنے باورچی خانہ کے دودکش میں گھس گیا یہ سرکردگانِ فوج یزید چھپ گئے اور عام فوجی پکڑ پکڑ کے قتل ہونے لگے۔

ایک دن مختار نے ابو عمر کیساں اور عبداللہ بن کامل سے کہا کہ اب تک کوئی سردار گرفتار نہیں ہوا عبداللہ نے کہا آپ نے عمر سعد کو جو سردار لشکر تھا پناہ دے رکھی ہے اس سے لوگ بددل ہیں مختار نے کہا خدا مجھے پناہ نہ دے اگر میں اس کو پناہ دوں سپاہیوں کو بھیجے جاؤ اور اس سے کہو امیر نے بلایا ہے اگر وہ اسی طرح چلا آئے تو لے آنا اگر غلام سے کپڑے مانگے تو سمجھنا کہ تلوار مانگتا ہے فوراً قتل کر دینا۔ مختار کو معلوم تھا کہ اسحٰق بن اشعث کندی خود عبداللہ کامل

سکے کہاں چھپا ہے

عبداللہ کے ہاتھ میں ایک عقیق کی انگوٹھی تھی مختار نے اس کی تعریف کی اس نے اتار کے پیش کر دی ادھر وہ اپنے سپاہیوں کو لیکے عمر سعد کی طرف گیا ادھر مختار نے وہ انگوٹھی کیسان کو دے کے عبداللہ کی بیوی کے پاس بھیجا کہ اس کو یہ انگوٹھی دکھا کے کہنا کہ امیر نے تمہارے بھائی کو معاف کر دیا ہے اور جائزہ و انعام دینے کے لئے بلایا ہے اور عبداللہ نے یہ انگوٹھی نشانی کے طور پر بھیجی ہے۔

کیسان نے جا کے عبداللہ کی بیوی سے کہا اس نے بھائی سے ذکر کیا اس نے کہا مجھے اس میں دھوکا معلوم ہوتا ہے میں انعام سے درگذرا اس نے کہا تمہارے بہنوئی نے نشانی کے طور پر انگوٹھی بھیجی ہے اگر نہ جاؤ گے تو معاملہ خراب ہو جائیگا اسحق لاٹھی ٹیکتا مریض کی شکل بنا کے اس کے ساتھ ہو لیا جیسے ہی دارالامارہ میں پہنچا مختار نے اشارہ کیا اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ ادھر عبداللہ عمر سعد کے پاس پہنچا کہا امیر نے تم کو بلایا ہے اس نے امان نامہ دکھایا عبداللہ نے کہا تم امان میں ہو۔ میرے ساتھ چلے چلو اس نے غلام کو آواز دی میرے کپڑے لاؤ عبداللہ نے کہا حرام زادے بہانے سے تلوار مانگتا ہے اور ایک ہاتھ میں اس کا سر اڑا دیا اور مختار کے سامنے پیش کیا اس وقت عمر سعد کا بیٹا حفص وہاں بیٹھا تھا مختار نے کہا پہچانتے ہو یہ سر کس کا ہے اس نے کہا میرے باپ کا اس کے بعد زندگی کا کوئی مزہ نہیں رہا مختار نے کہا سچ کہتا ہے اس کو بھی اس کے پاس پہنچا دو وہ بھی قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کے دوسرے بیٹے محمد کو بلوا کے پوچھا ان سروں کو پہچانتے ہو اس نے کہا یہ میرے باپ اور بھائی کا سر ہے میں ان دونوں سے دنیا و آخرت میں اپنی براءت و بیزاری کا اظہار کرتا ہوں مختار نے اسے چھوڑ دیا۔

اس کے بعد عبداللہ سے کہا میں بھی بیکار نہیں بیٹھا رہا ایک ملعون کو ڈھونڈ نکالا یہ اس کا سر ہے عبداللہ نے انگوٹھی مانگنے کا مطلب سمجھا کہا خدا کی قسم اس کی حفاظت پر میں خوش نہ تھا مگر میرا مہمان تھا اس لئے اسے قتل کرنا حمیّت کے خلاف سمجھتا تھا۔

اِن دونوں کے قتل ہونے سے ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔ گلیوں بازاروں گھروں اور کھنڈروں میں بڑی سرگرمی سے تلاش ہونے لگی اور جہاں کسی کا پتہ لگا اس کو قتل کر کے گھر بار لوٹ لیا ہر ایک کی یہی کوشش تھی کہ کسی سرگروہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔

شبث بن ربعی جو کربلا میں ایک دستہ کا کماندار تھا بصرہ بھاگ رہا تھا کہ محافظین شہر نے پہچان لیا اس کی مشکیں باندھ مختار کے سامنے لائے۔ اس کے ہاتھ پاؤں کٹوا کے شہر کے میدان میں چھوڑوا دیا کئی دن تک اس نے چیخ چیخ کے جان دی۔

خولی بن یزید اصبحی کے مکان کا محاصرہ ہوا کچھ لوگ گھر میں گھس گئے اس کی بیوی نے اس کمرے کی طرف اشارہ کیا جس میں وہ بند تھا دروازہ توڑ کے اس کو کھینچتے ہوئے مختار کے سامنے لائے انھوں نے اس کو زندہ جلوا دیا۔

کیسان کچھ سپاہیوں کو لیکے شمر ذی الجوشن اور سنان بن انس کی تلاش میں نکلا ایک شتر سوار نظر آیا باز پرس سے معلوم ہوا کہ شمر کا قاصد ہے بصرہ جا رہا ہے مختار کے سامنے پیش کیا وہاں اس نے شمر کے چھپنے کی جگہ بھی بتا دی اس کو انعام دے کے رخصت کیا اور اس کی نشان دہی پر بیرون کوفہ اس گاؤں کا محاصرہ کر لیا وہ تلوار لیکے نکلا لیکن ابو عمر کے سپاہی کئی طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا کام تمام کر دیا اس کے ساتھ بہت سے قاتلان

حسین پوشیدہ تھے ان کو بھی قتل کر دیا۔ سنان بن انس بھی وہیں تھا اس کو زندہ پکڑ کے لائے مختار نے اس کو عذاب شدید سے قتل کئے جانے کا حکم دیا اس ملعون نے سب سے پہلے امام حسین کو تیر سے زخمی کیا تھا۔

بجدل بن سلیم جس نے انگوٹھی کے لئے امام کی انگلی کاٹی تھی گرفتار ہو کے آیا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کے میدان میں ڈلوا دیا۔

وہ چھ آدمی جو اموال امام کو لوٹنے پر مامور کئے گئے تھے گرفتار ہو کے آئے اور ٹکڑے ٹکڑے کر دئے گئے۔

حکیم بن طفیل قاتل حضرت عباس گرفتار ہو کے آیا اور قتل کیا گیا۔

ابو عمر کیسان نے عبد اللہ۔ اسد اور مالک بن بشیر کو گرفتار کیا یہ خیموں میں آگ لگانے پر مامور ہوئے تھے۔ مختار نے پوچھا دشمنانِ خدا تم نے امام سے کس طرح جنگ کی اِن ملعونوں نے کہا ہمیں زبردستی لے جایا گیا پوچھا خیمہائے امام کو کیوں جلایا۔ سب نے سر جھکا لیا مختار نے ان کے قتل کا حکم دیا۔

نافع بن مالک جس کا پیرہ فرات پر تھا پکڑا گیا اس کے حکم سے حضرت ابو الفضل العباس پر تیروں کی بارش ہوئی تھی جہنم واصل کیا گیا۔

ایک بوڑھیا نے خبر دی کہ حارث بن بشیر۔ حارث بن نوفل اور قاسم بن جارود قاتلانِ امام اس کے گھر میں پناہ گزیں ہیں اور ایک کثیر رقم اس کو دی ہے کہ اس کے لئے سامان سفر مہیا کرے۔ ابو عمر حاجب پچاس آدمیوں کو لے کے گئے اور ان سب کو گرفتار کر لائے مختار کی باز پرس پر معلوم ہوا قاسم بن جارود قاتلانِ امام میں سے نہیں ہے بلکہ مختار سے کوفہ پر قبضہ کرنے میں مزاحمت کی تھی مختار نے اس کو چھوڑ دیا۔ حارث بن بشیر قتل کیا گیا۔ حارث بن

نوفل کے متعلق معلوم ہوا کہ اس ملعون نے جناب زینب کے منہ پر تازیانہ مارا تھا اس کو درخت میں لٹکا کے ایک ہزار تازیانے مارنے کا حکم ہوا اس نے امان چاہی مختار نے کہا خدا مجھکو امان نہ دے اگر میں تجھکو امان دوں ہزار تازیانے مارنے بعد اس کا سر قلم کر دیا گیا۔

سعر بن ابی سعر ایک مشہور شیعہ تھے انھوں نے عمار کو گرفتار کر کے پیش کیا اور کہا کہ یہ عبدالرحمٰن بن عقیل کا قاتل ہے اور ان کے گھوڑے پر سوار ہو کے کوفہ سے بھاگنا چاہتا تھا مختار کے حکم سے قتل کیا گیا۔

ہارون بن مقدم نے عبداللہ کامل کو خبر دی کہ ایک سرداب میں امام کے چار قاتل چھپے ہیں۔ سرداب کو توڑ کے چاروں کو گرفتار کیا گیا ایک ان میں زیاد بن مالک۔ حضرت حمزہ کے غلام کا قاتل تھا دوسرا یزید بن ضمیر قاتل حبیب بن مظاہر تیسرا کثیر بن عمران قاتل عابس بن شبیب شاکری چوتھا عبید بن اسعد لشکر یزید میں تھا مگر کسی خاص شخص کا قاتل نہ تھا ان چاروں کی گردن مار دی گئی۔

زیاد بن قادر قاتل عبداللہ بن مسلم بن عقیل گرفتار ہو کے آیا اس نے عبداللہ کی آنکھ میں تیر مار کر شہید کیا تھا اسے درخت میں لٹکا کے دونوں آنکھوں پر تیر مارے گئے اس کے بعد اس کا سر کاٹ دیا گیا۔

ایک دن مختار کی عدم موجودگی میں ابراہیم بن مالک اشتر کے سامنے ایک شاعر گرفتار ہو کے آیا۔ اس نے کہا میں قاتلانِ امام میں نہیں ہوں البتہ مختار سے جنگ کی تھی ابراہیم نے کہا تجھے معاف کر دیا جائیگا اس نے جانے کی اجازت مانگی ابراہیم نے کہا تیری جلدی نے مجھے مشکوک کر دیا اس نے کہا میں نے چند شعر عبداللہ کامل کی ہجو میں کہے تھے وہ رئیس شرطہ ہے

انس سے مجکو خوف ہے ابراہیم نے کہا حکم بن عاص نے بیانشی شعر رسول اللہ کی مذمت میں کہتے تھے حضرت نے اس کو سزا نہیں دی میں بھی تجھے سزا نہیں دونگا اب چند شعر علی اور اولاد علی کی تعریف میں کہو تا کہ میں ان اشعار کے ذریعہ تمہاری سفارش مختار سے کروں اس نے بہت فکر کی مگر کوئی شعر نہ کہہ سکا اتنے میں مختار اور عبداللہ آگئے عبداللہ نے اس کو دیکھ کے کہا ابا خلیق کیا تو وہ نہیں ہے جس نے عمر سعد کے حکم سے لشکر کوفہ کی فہرست مرتب کی تھی اور ان کو منظم کر کے جنگ کی تحریص کرتا تھا اس نے سر جھکا لیا۔ مختار نے اس کو قید کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر فوجِ یزید کی فہرست دے دے تو اس کو رہا کر دیا جائیگا اس نے فہرست حوالہ کر دی عبداللہ نے اپنے غلام کو حکم دیا اس نے اس کی گردن مار دی اور اس فہرست سے کئی ہزار قاتلانِ حسین کے نام معلوم ہو گئے جنھیں گرفتار کر کے قتل کیا گیا۔

جہیم بن سلیمان خبازہ نے عبداللہ کامل کو خبر دی کہ چالیس آدمی قاتلانِ امام میں سے اس کے ہمسایہ کے مکان میں پوشیدہ ہیں اور بصرہ بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں مختار نے ابو عمر حاجب کو ایک دستہ کے ساتھ روانہ کیا انھوں نے چاروں طرف سے اس مکان کا محاصرہ کر لیا ان ملاعین نے سوچا کہ صاحب خانہ نے ان کی مخبری کی اسے قتل کر دیا۔ جب تک مجاہدین دروازہ توڑ کے اندر داخل ہو چکے تھے سب کو گرفتار کر لیا ان میں یہ سردار بھی تھے حصین بن ابان۔ عقبہ غنوی۔ سعد بن عمر حنظلہ۔ عروہ۔ عمر بن اصیل۔ جبّار بن عمرو۔ عمر بن قرطہ۔ عروہ بن عبداللہ یہ سب قتل کر دئیے گئے۔

ایک شخص نے مختار کو خبر دی کہ قیس بن حفص شیبانی عورتوں کے بھیس میں بصرہ بھاگنے پر تیار تھے مختار نے اسی وقت آدمی بھیجے وہ اسی حالت

گرفتار ہو کے آیا اور پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

ایک باغبان نے خبر دی کہ بیرون کوفہ اس کے باغ کے قریب ڈیڑھ ہزار قاتلانِ حسین جمع ہیں اور بصرہ بھاگنا چاہتے ہیں مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ بھیجا اُنھوں نے باغ کا محاصرہ کر لیا اور سب کو قتل کر دیا۔

اس وقت تک اتنے آدمی قتل کئے گئے کہ سوائے چار آدمیوں کے اور کوئی قاتلانِ حسین میں باقی نہیں رہا ایک ابن زیاد دوسرا حصین بن نمیر یہ دونوں ایک بڑا لشکر لئے موصل میں پڑے تھے اور کوفہ پر حملہ کا ارادہ تھا تیسرا عمر بن حجاج زبیدی چوتھا محمد بن اشعث کندی تھا یہ دونوں بصرہ بھاگ گئے تھے۔

ابراہیم بن مالک اشتر نے موصل پر دھاوا کیا اور شبخون مارا صبح کو ابن زیاد اور حصین بن نمیر کی لاش کشتوں میں ملی ان کا سر کاٹ کے مختار کے پاس لائے اُنھوں نے امام زین العابدین کی خدمت میں روانہ کیا اس وقت امام ناشتہ کر رہے تھے جب یہ سر پہنچے تو امام نے سجدہ شکر کیا اور ان کی وہ دیرینہ خواہش پوری ہوئی جو اُنھوں نے اِس ملعون کے دربار میں کی تھی۔

عمر بن حجاج زبیدی اور محمد بن اشعث کندی مصعب بن زبیر کے پاس بصرہ پہنچا یہ عبداللہ بن زبیر کا بھائی تھا اور ان کی طرف سے بصرہ کا حاکم تھا وہ قاتلانِ حسین کی مدد اور مختار کے استیصال کے لئے کوفہ پر حملہ آور ہوا شدید جنگ کے بعد مختار شہید ہو گئے مگر عمرو بن حجاج اور محمد بن اشعث بھی مختار کے ہاتھ سے مارے گئے اس طرح مختار نے اپنی شہادت سے پہلے کسی قاتلِ امام کو زندہ نہیں چھوڑا۔ خوارزمی کا بیان ہے کہ اُنھوں نے اڑتالیس ہزار پانچسو چونسٹھ آدمیوں کو قتل حسین کے الزام میں واصل جہنم کیا۔

اس طرح امام زین العابدین علیہ السلام نے قید سے اپنی رہائی کے تین سال کے اندر اپنے والد بزرگوار کے قاتلوں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑا اور بنی امیہ کی سیاست کا تار و پود بکھیر کے رکھ دیا ان کی سلطنت کی چولیں اس طرح ہلادیں کہ وہ پھر کبھی نہ بیٹھ سکیں۔

بنی امیہ کی سلطنت کا تختہ اسی وقت الٹ جاتا اگر مختار اور عبداللہ بن زبیر میں جنگ نہ ہوتی اس سے دونوں کی قوت کم ہوئی اور مختار کے قتل ہو جانے کے بعد جب ولید کا عبداللہ بن زبیر سے مقابلہ ہوا تو عراقیوں نے عبداللہ کا ساتھ نہیں دیا کچھ خاموش ہو رہے اور کچھ ولید سے مل گئے چنانچہ مصعب بن زبیر مختار کے بھتیجے کے ہاتھ سے قتل ہوا اور بنی امیہ کا بیڑہ ڈوبتے ڈوبتے بچ گیا تاہم قاتلانِ حسین میں کوئی زندہ نہیں رہا۔ یزید پر لعنت اس کی زندگی سے شروع ہوگئی آل محمد سے عام ہمدردی پیدا ہوگئی اور ان کا حق خلافت مسلم ہو گیا۔

امام زین العابدین اور ان کی سیاست پر ایک نظر۔

امام زین العابدین ؑ نے علم و فضل زہد و ورع عبادت و سخاوت اور اخلاق کریمانہ میں وہ درجہ حاصل کیا کہ تمام مسلمانوں میں وہ اسی عظمت و بزرگی اور عقیدت و احترام سے دیکھے جانے لگے جس کے مالک ان کے آباؤ اجداد تھے۔ کہا جاتا تھا کہ علی بن ابی طالب نے تا عمر ایک لقمہ حرام نہیں کھایا ایک قدم حرام کی طرف نہیں اٹھایا ایک کلمہ غیر حق نہیں کہا ایک عمل غیر خدا کے لئے نہیں کیا ان اوصاف میں ان کا مثل علی بن الحسین کے سوا اور کوئی زیر آسمان نہیں۔ رات دن میں دو ہزار رکعت نماز کا معمول تھا وقت نماز جسم کانپنے لگتا رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا الحمد کی قراءت میں مالک یوم الدین پہنچتے تو اس طرح اس کی تکرار کرتے کہ معلوم ہوتا تھا روح جسم سے

مفارقت کر جائیگی سجدے سے سر اُٹھاتے تو چہرہ پسینہ سے تر ہو جاتا اگر ردا سرک جاتی تو اس کو برابر نہیں کرتے تھے۔ ابو حمزہ ثمالی نے پوچھا مولا آپ کی نماز میں یہ کیا حالت ہو جاتی ہے فرمایا وائے ہو تم پر تمہیں نہیں معلوم کہ میں کس کے سامنے تھا اور کس سے مناجات کر رہا تھا۔

استغراق کی یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ گھر میں آگ لگ گئی آپ نماز میں مشغول تھے ہر طرف شور رہا مگر آپ کو خبر نہیں ہوئی ایک دفعہ ایک صاحبزادے کنوئیں میں گر پڑے گھر میں چیخ پکار ہونے لگی لیکن آپ نماز میں اسی طرح مشغول رہے ایک رات کو ایک صاحبزادے کوٹھے سے گر گئے اور ہاتھ ٹوٹ گیا گھر میں ہنگامہ برپا ہو گیا جراح بلایا گیا اس نے ہڈی درست کر کے ہاتھ گلے میں لٹکا دیا صبح کو آپ نے بچہ کو اس حالت میں دیکھکر استفسار کیا اس وقت حال معلوم ہوا۔

راتوں کو عبادت میں اتنا تھک جاتے تھے کہ اٹھ نہ سکتے لوگ بچوں کی طرح اٹھا کے بستر پر ڈالدیتے۔

کثرت سجود سے اعضائے سجود میں ایسے گھٹے پڑ جاتے تھے کہ ان کو سال میں دو دفعہ کاٹا جاتا ایک تھیلی میں خاک کربلا رکھتے تھے اسی پر سجدہ کرتے تھے۔

ایک مرتبہ فاطمہ دختر امیر المومنین نے جابر بن عبداللہ انصاری کو بلا کے کہا تم صحابی رسول ہو تم پر ہمارا بہت حق ہے بقیہ اہل بیت علی بن الحسین کی کثرت عبادت سے یہ حالت ہو گئی ہے کہ جسم لاغر ہو گیا ہے اعضائے سجود میں گھٹے پڑ گئے ہیں پنڈلیوں پر ورم آگیا ہے قیام و قعود کے تعب سے اُٹھنے کے قابل نہیں رہتے ان سے کہو کچھ مشقت کم کر دیں۔ وہ امام کے پاس آئے امام نے ان کو اعزاز سے اپنے پہلو میں بٹھایا اور نحیف آواز میں مزاج پرسی کی جابر نے کہا یابن رسول اللہ خدا نے

آپ کے اور آپ کے دوستوں کے لئے جنّت اور دشمنوں کے لئے جہنّم بنایا ہے پھر کیوں اتنی مشقت کرتے ہیں فرمایا مصاحب رسول پیغمبر خدا نے باوجود اس کرامت کے جو ان کو حاصل تھی مشقّت عبادت کو ترک نہیں کیا جب صحابہ نے کہا کہ آپ اتنی زحمت کیوں اُٹھاتے ہیں تو فرمایا کیا میں خدا کا شاکر بندہ نہ ہوں۔

جابر نے کہا مسلمانوں پر رحم کیجئے آپ کی برکت سے خدا لوگوں کی بلائیں رد کرتا ہے اور زمین و آسمان آپ کے دم سے قائم ہے فرمایا میں اپنے آباء کے طریقہ پر رہوں گا یہاں تک کہ ان سے ملاقات کروں۔

دن کو روزہ رکھتے تھے اور تسبیح و استغفار میں مشغول رہتے تھے۔

قرآن اس لحن سے پڑھتے تھے کہ راستہ چلنے والے رک جاتے تھے۔

جو خضوع آپ کا نماز میں تھا وہی حج میں تھا غزالی نے اسرار الحج میں سفیان بن عینیہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے ایام حج میں زین العابدین کو دیکھا کہ جب انھوں نے احرام باندھا تو چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا اور لبیک نہ کہہ سکے میں نے پوچھا آپ نے تلبیہ کیوں نہیں کہا فرمایا مجھے خوف معلوم ہوا کہ کہیں میرے جواب میں لا لبیک و لا سعدیک نہ کہا جائے پھر آپ نے سنبھل کے تلبیہ کہا اور غش آ گیا یہی حالت آپ کی تمام ارکانِ حج کی ادائی تک رہی۔

سائل کو کبھی محروم نہیں کیا دیتے وقت چہرہ کپڑے سے چھپا لیتے تھے کہ سائل پہچان نہ سکے راتوں کو آب و طعام پشت پر لاد کے مستحق کے گھر پر لے جاتے جب آپ کا انتقال ہوا اور رات کو ان لوگوں کو آذوقہ نہیں ملا تو معلوم ہوا کہ وہ مستحق کے والی آپ ہی تھے۔

روزانہ صبح کو مسجد نبوی میں درس دیتے تھے جس میں اکابر تابعین زہری۔ واقدی۔ سفیان بن عینیہ۔ مجید۔ سعید بن مسیب ابو حازم۔ ابو حمزہ ثمالی ایسے ائمہ حدیث استفادہ کرتے تھے۔ قاضی سامرہ کہتا ہے کہ میری جوانی تھی جن مسائل کو میں خوب جانتا تھا۔ ان میں مناظرہ کیا آپ نے ایسے مسکت جواب دئے کہ میں حیران ہو گیا۔

ابو حازم کا قول ہے کہ صاحبان فضیلت میں علی بن الحسین سے بڑھ کے کوئی شخص نہیں دیکھا گیا امام زہری کہتے ہیں کہ آپ سے بڑھ کے افضل واقعۃً ہم نے کسی کو نہیں دیکھا امام مالک کہتے ہیں کہ فضائل و کمالات میں علی بن الحسین سے بڑھ کے کوئی نہیں دیکھا گیا۔

زہد کی یہ حالت تھی کہ جو کی روٹی غذا تھی موٹے کپڑے پہنتے تھے اور آستین پھاڑ دیتے تھے۔

حلم کے بہت واقعات ہیں یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جس سے اس کی انتہا معلوم ہو گی ایک دن آپ کا غلام تنور سے کباب کی سیخ نکال کر لیجا رہا تھا ایک سیخ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر آپ کے کم سن بچے کے سر پر گری اس کی نوک اندر اتر گئی اور بچہ ہلاک ہو گیا غلام بہت مضطرب ہوا۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں تمہارا یہ فعل عمداً نہ تھا میں نے تمھیں راہِ خدا میں آزاد کیا۔ اور بچے کی تجہیز و تکفین کی۔

کنیزوں اور غلاموں کی خطائیں لکھتے جاتے تھے سال بھر کے بعد سب کو جمع کر کے ان کی غلطی یاد دلاتے تھے اور سب کو معاف کر دیتے تھے اور کہتے تھے خداوندا تو بھی میری کوتاہیوں کو معاف کر دے۔

برا کہنے اور سخت کلامی کرنے والے سے نیکی اور احسان سے پیش آتے تھے

ایک شخص نے آپ کی غیبت کی فرمایا اگر یہ عیب مجھ میں ہے تو خدا سے دعا کرو کہ وہ اس عیب کو مجھ سے دور کر دے اور اگر نہیں ہے تو خدا تمھیں معاف کرے۔

ایک شخص نے کہا کہ میرا ہمسایہ آپ کو بدعتی کہتا ہے فرمایا تم نے حق ہمسائیگی ادا نہیں کیا اور اس کی ایک ایسی بات مجھ تک پہونچائی جو میرے علم میں نہ تھی خدا ہم سب کو معاف کرے۔

مروان مشہور دشمن اہل بیت تھا امام حسن سے ایک مرتبہ اس نے کہا تھا تم اہلبیت ملعون ہو وہ کہا کرتا تھا کہ رسول نے علی سے انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ نہیں کہا بلکہ بمنزلتہ قارون من موسیٰ کہا تھا یہ ہمیشہ رسول اور اہل بیت کی کھلم کھلا توہین کیا کرتا تھا رسول کے پیچھے یہ باپ بیٹے ان کی نقل اتارتے اور آنکھیں مٹکاتے چلتے تھے حجرہ ازواج کے پیچھے چھپ کے آپ کی خلوت کی باتیں دیکھنا چاہتے تھے تاکہ مضحکہ اڑائیں رسول ایسے صاحب خلق عظیم سے بھی ان کی شرارتیں برداشت نہ ہوئیں اور آپ نے مجبوراً فرمایا کہ میں اور یہ ایک شہر میں نہیں رہ سکتے اور دونوں باپ بیٹوں کو مدینہ سے خارج کر دیا حضرت عمر اور حضرت ابو بکر نے بھی ان کو طرید رسول قرار دیا اور مدینہ میں داخل ہونیکی اجازت نہیں دی حضرت عثمان نے ان سے پابندی ہٹائی۔ جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑنا شروع کی عامل مدینہ اور بنی امیہ کو مدینہ سے نکال دیا تو اس نے اپنے عیال کی حفاظت کی درخواست عبداللہ بن عمر سے کی انھوں نے منظور نہیں کی تو امام زین العابدین کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے بخوشی منظور کیا اور اس کی زوجہ عائشہ دختر حضرت عثمان کو اپنے عیال کے ساتھ مدینہ سے باہر ینبع لے کے چلے گئے۔

ہشام مخزومی عامل مدینہ نہایت شریر تھا۔ اس نے اہل مدینہ اور خاص طور پر اہلبیت پر بڑے مظالم کیئے تھے ولید کبھی بات پر اس سے ناراض ہو گیا اور عمر بن عبد العزیز کو اس کی جگہ عامل مدینہ بنا دیا اور اس کی بداعمالیوں کی سزا دینے کے لیئے بازار عام میں کھڑا کر دیا کہ جس پر اس نے ظلم کیا ہے وہ اپنا بدلا لے اہل مدینہ اس پر ٹوٹے پڑے کوئی کوڑا پھینکتا تھا کوئی پتھر کوئی تازیانہ مار رہا تھا اور وہ تصویر عبرت بنا کھڑا تھا اسے خیال تھا کہ اگر خاندان نبوت آگیا تو خیر نہیں یکایک امام زین العابدین چند آدمیوں کے ساتھ آئے اور بڑی شفقت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کے فرمایا ہشام میں تمہاری اِس مصیبت میں کیا مدد کر سکتا ہوں اگر تم پر کچھ سرکاری قرضہ ہو تو میں ادا کر دوں۔ خلاف توقع اس شفقت کے برتاؤ سے وہ بے اختیار رونے لگا اور کہا اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ خدا ان بہترین مواقع کو خوب جانتا ہے جنھیں وہ پیغمبری کے لائق سمجھتا ہے۔

اس درجہ کا علم ایسا حلم اتنی سخاوت ایسے اخلاق کریمانہ جس کے گرد طواف کر رہے ہوں اُس کی عظمت کا کون دل معترف نہ ہوگا۔ مصر کے انشا پرداز عبد العزیز سید الاہل لکھتے ہیں :۔

برکت حاصل کرنے کے لیئے لوگ ان کے پاس آتے اور نیک شگون سمجھتے ہوئے ان کے ہاتھوں کو چھوتے۔ مسجد نبوی میں لوگ ان کو دیکھنے کے لیئے آتے نماز سے فراغت کے بعد آگے بڑھ کے ان کے ہاتھوں کو چومتے اور آنکھوں کو لگاتے ان کا اعتقاد یہ تھا کہ جس چہرہ کو زین العابدین کے ہاتھ چھو لیں وہ کبھی بوڑھا نہیں ہو سکتا نہ اُسے کبھی آشوب یا آنکھوں میں دوسری کوئی تکلیف پیدا ہو سکتی ہے۔

———— علی بن الحسین مشرق و مغرب میں لوگوں کی گفتگو اور تذکروں میں ایک بہترین موضوع کی حیثیت سے یاد کئے جاتے تھے ان کی اس شہرت کو کوئی دیوار نہ روک سکتی تھی اور نہ کوئی فوج وہ تمام بلاد اسلامی میں ایک مثالی حیثیت سے مشہور ہو چکے تھے مسلمانوں کے تمام گھرانے ان کی خوبیوں کے ترانے گا رہے تھے ہر صاحب دل کی یہ خواہش تھی کہ ان کو اپنی موت سے پہلے کم از کم ایک بار ضرور جی بھر کے دیکھ لے ایام حج میں وہ عام لوگوں کے میزبان ہوتے تھے لوگ ان کے دستر خوان پر رنگ برنگ کے کھانوں کے علاوہ ان کی زیارت کے بھی مشتاق ہوتے اور جب زیارت کرتے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہتی وہ ان کے قصوں اور باتوں سے اپنے دل و دماغ بھر لیتے اور پھر شوق و وجد کے ساتھ اپنے گھر والوں کو جا کے سناتے یہ حال اہل مکہ اہل مدینہ غلاموں اور کنیزوں سب ہی کا تھا ایام حج کی راتوں میں وہ ان کی باتیں غور سے سنتے اور پھر سب کو سناتے کوئی اپنی جماعت میں سناتا اور کوئی اس منزل کے مسافروں کو جہاں وہ نزول و قیام کرتا تھا سناتا اس طرح یہ اوصاف حمیدہ تمام دنیائے اسلام میں پھیل چکے تھے ہر ایک داستان گو کے واقعات میں جذبوں کے رنگ بھرے ہوئے تھے۔

(امام زین العابدین ص۴۷)

مسلمانوں میں جو وقار آپ کو حاصل تھا وہ کسی اور کا کیا ذکر خلفائے وقت کو بھی نہ تھا چنانچہ ہشام بن عبد الملک کا ایک حج تاریخ کا مشہور واقعہ بن گیا۔ عبد العزیز سید الاهل نے اس کی جو تصویر کھینچی ہے اسے ملاحظہ فرمائیے۔

ہشام شاہی محافظوں کے جلو میں وارد ہوا والی مدینہ ہشام بن اسمٰعیل اپنے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ استقبال کے لئے موجود تھا ــــــــ لیکن یہ خدا کا گھر تھا اور صرف خانہ خدا کی عظمت سے لوگوں کے دل معمور تھے کسی نے شاہی محافظوں کی طرف التفات نہ کیا ــــــــ ہشام کی آرزو تھی کہ حجر اسود تک پہنچے لیکن یہ مسئلہ انتہائی دشوار گذار بن گیا سر اٹھا کر دور سے حجر اسود کو دیکھنا چاہا لیکن نہ دیکھ سکا کیونکہ لوگوں کا ہجوم اس طرح حائل ہو گیا تھا جیسے کوئی پہاڑ حائل ہو گیا ہے۔

ہشام کے جلال و عظمت کو سخت ٹھیس پہنچی ہر شخص ہشام کو دیکھتا اور بے رخی کے ساتھ آگے بڑھ جاتا ــــــــ کچھ دیر بعد حجر اسود کے قریب کھڑے ہونے والوں نے دور سے گرجدار تکبیر کی آواز سنی یہ آواز آہستہ آہستہ ان کے قریب آتی جا رہی تھی۔ تکبیر کی یہ مسلسل آوازیں ایک ضعیف الجثہ اور نازک بدن انسان کو آگے لا رہی تھیں آواز برابر قریب ہوتی گئی لوگوں کی تکبیر و تہلیل کی وجہ سے فضا میں ایک مہیب ارتعاش پیدا ہو گیا گویا روئے زمین کا ہر متکلم اور خاموش اس وقت تکبیر میں مشغول تھا اب وہ بزرگ ہستی حجر اسود کے قریب ہو چکی تھی جس کے گرد تکبیروں کی آواز گونج رہی تھی لوگوں نے دیکھا ایک دھان پان آدمی چھریرا بدن زرد چہرہ لرزاں و ترساں لیکن پُر نور سے چہرے سے ہیبت و جلال کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے لوگوں نے اس کی مثیل و نظیر نہ دیکھی ہو گی چہرہ آئینہ کی طرح شفاف جس میں قبیلہ کی دوشیزائیں اپنے چہرہ کا عکس دیکھ لیں احرام کی چادریں ملبوس

سر جھکائے نیچی نگاہیں آگے بڑھا .... پیشانی پر سجدوں کا گہرا نشان۔ صفوں میں انتشار ہوا لوگ اس ہستی کو چلنے کے لیے کشادہ راستہ دے رہے تھے تکبیر کی آوازیں ہر طرف بلند تھیں اور نظریں اس کو دیکھنے کے لئے ہر طرف بے قرار تھیں اس کی زیارت آنکھوں کے لئے سکون بخش سرمہ تھا جو دیکھ لیتا اس کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو تھرکتے اور جو نہ دیکھ پاتا وہ اپنی محرومیٔ قسمت پر آنسو بہاتا یہ نور بصر اب حجر اسود کے قریب پہونچ چکا تھا اور اطمینان سے اس کو بوسہ دے رہا تھا۔

ہشام کے لئے یہ صورت حال بڑی پریشان کن تھی اس کے وقار کا سوال تھا اس کو محسوس ہو رہا تھا کہ پہاڑ اور چھوٹی سی چڑیا کا تقابل ہے خود اس کے ہمراہی اور شاہی محافظ اس نو وارد کی طرف متوجہ ہو کر اس منظر سے لطف لے رہے تھے وہ اس آنے والے کو راستہ بھی دے رہے تھے اور تکبیر کہہ رہے تھے۔

ہشام نے طواف کی جگہ سے پیچھے ہٹ جانا مناسب سمجھا تاکہ ہجوم اس سے فراحم نہ ہو حطیم میں منبر بچھوا کر اس پر بیٹھ گیا وہ جوش غضب میں پیچ و تاب کھا رہا تھا ہشام کے محافظوں میں سے کسی نے کسی نے پوچھا یہ کون شخص ہے جس کا لوگ اس قدر اعزاز کر رہے ہیں ہشام نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ ہشام اپنے جواب میں جھوٹا تھا اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں دلوں پر اس کی عظمت کا سکہ نہ بیٹھ جائے اور لوگ اسے بادشاہ نہ تسلیم کر لیں ہشام اس سفر حج میں یہ خیال کر کے نکلا تھا کہ اگر زین العابدین کا کسی موقع پر سامنا ہوا تو وہ غلط

انداز نگاہیں ڈالتا ہوا اپنے مصاحبوں اور محافظ فوج کی نگاہ میں ان کی منزلت کو پست کرتا ہوا آگے بڑھ جائے گا مگر ایسا نہ ہو سکا اس محافظ کا سوال بھی تجاہل پر مبنی تھا وہ ہشام کو ٹٹولنا چاہتا تھا علی بن حسین کی شخصیت ایسی نہ تھی کہ کسی شخص کو تعارف حاصل کرنے کے لئے پوچھنا پڑے۔ ہشام کا جواب دہیں ختم نہیں ہوا تھا بات ہر طرف پھیل گئی قبائل کے سرداروں کی جماعت جو مطاف سے علیحدہ دُور کھڑی تھی ان میں ابو خراس فرزدق شاعر بھی موجود تھا وہ ستر سال کی عمر میں تھا جب اسے زین العابدین کی شخصیت کے بارے میں ہشام کا جواب معلوم ہوا تو غصہ سے چہرہ سرخ ہو گیا ——— وہ سمندر کی طرح جوش میں آ گیا اور یہ بھی بھول گیا کہ ابھی طواف کے کچھ چکر باقی ہیں اس نے شعر کہے۔

فرزدق کا یہ قصیدہ تمام تاریخوں میں موجود ہے یہاں اس کے نقل کی ضرورت نہ تھی لیکن مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی نے اردو میں اس کا ترجمہ اس خوبی سے کیا ہے کہ عربی کے زور بیان کی ایک جھلک اس میں آ گئی ہے اس لئے ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے اسے پیش کرتے ہیں۔

تمہید

ہشام زادہ عبدالملک بن مروان
چلا ہے حج کو جلو میں ہیں بندگانِ عباد

کھڑا ہوا ہے بقصد طواف بیت اللہ
ہجوم حاجیوں کا مانع حصول مراد

کبھی غرور سے بہر نظارہ حجاج
فرازِ عرشۂ منبر ہے جائے پست نہاد

کہ سامنے سے پئے اسلام رکن حطیم
ہوا ظہور شہنشاہ عالم ایجاد

فروغ دودۂ حق مآب زین عباد ابو الآئمۃ الاطہار سید سجاد
خجل نہ کیوں حجر الاسود حرم ہو جائے نشان سجدہ ہے تاباں کہ آفتاب معاد
نظر گئی سوئے محراب کعبہ ابرو جھکے ادب سے وہ سب حاجیانِ نیک نہاد
شگفتہ ہوئی ہر صف چلے مرے مولا معاندین پہ گردوں نے کی نئی بیداد
کہا ہشام سے اس وقت ایک شامی نے یہ کون مرد مقدس ہے مفخر اجداد
کہا کہ میں نہیں واقف ہوں اس سے ہوگا کوئی کھٹک رہا تھا مگر دل خار بغض و عناد
یہ اتفاق کہ تھا کہ اس گروہ میں حاضر ابو فراس فرزدق بھی نظم کا استاد
رگوں میں دوڑا جو خون حمیت اسلام تو فی البدیہہ قصیدہ یہ اک کیا انشاد

کہا کہ پوچھ لے مجھ سے جو پوچھنا ہے تجھے
وہ جانے کیا کہ نہیں جس کے دین کی بنیاد

قصیدہ فرزدق

یہ وہ ہے جس کے نشانِ قدم سے ہے آگاہ زمین حل و حرم اور بیت رب عباد
یہی تقی و نقی طاہر اور امیر القوم یہی جہاں میں ہے فرزند بہترین عباد
بوقت دید یہ کہتے ہیں سب قریش اسے کہ منتہی ہیں اسی پر مکارم و امجاد
رسا ہے کون بھلا اس کے اوج عزت تک عرب ہو یا کہ عجم کس میں ہے یہ استعداد
جب آتے ہیں یہ پئے اسلام رکنِ حطیم تو ہاتھ چومنے آجاتا ہے قرب جماد
لئے ہے ہاتھ میں اک چوب خیزراں وہ جواں بلند ہمتی و خوش صورت و بزرگ نہاد
نگہ حیا سے نہ واں اٹھتی ہے نہ رعب سے یاں کرے تبسم اگر کچھ تو آئے دل کی مراد
زوالِ کفر ہوا یوں رخ منور سے کہ جیسے مہر کی اشراق سے فنا ہو سواد
یہ وہ ہیں جن کے جد افضل ہیں سب نبیوں سے اور امت اس کی شرف میں سب امتوں سے زیاد

اسی کی ذات ہے اک فرع و وجہ بوی
زہے عناصر و اخلاط طبع پاک نہاد

یہ ابن فاطمہ زہرا ہے جان لے اس کو
اسی کے جد ہیں نبیوں میں آخر الافراد

کیا خدا نے بزرگ اس کو بعد فطرت سے
قلم سے لوح پہ لکھے تصرف پئے استاد

ضرر نہیں ہے اگر تو نہ اس کو پہچانے
عرب سے لیکے عجم تک سب اس کے ہیں منقاد

فنا و فور سخاوت سے ہو گیا افلاس
ہے اس کا دست کرم داد رس دم فریاد

زباں پہ لا بھی نہ آیا مگر تشہد میں
نعم تھا وہ بھی نہ ہوتا جو حکم رب عباد

پئے نجات ہے قرب اس کا ایک دست آویز
ولایت اس کی ہے اسلام کفر اس کا عناد

محیط دہر میں جز ذات اقدس اعلیٰ
ہے کون امام تقی اور کون خیر عباد

نہ پہنچا اس کے کرم تک کوئی کریم القوم
نہ پہنچا اس کی سخا تک کوئی سخی و جواد

ہر اک سخن میں ہوا ذکر تیرا حسن ختام
تقدم اس کو ہوا بعد ذکر رب عباد

خدا شناس جو ہے آپ کا ثنا سا ہے
پڑی ہے آپ ہی کے گھر سے دین کی بنیاد

مجلس و گریہ | اس عظیم شخصیت کے ساتھ امام کی یہ خواہش کہ لوگ واقعہ کربلا بیان کرنے کے لئے مجلس کریں اس میں روئیں اور اسے ثواب سمجھیں ایسی باتیں نہ تھیں جو امام حسین کی عظمت واقعہ کربلا کی اہمیت اور امام زین العابدین کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے ان کی اس خواہش پر عمل مسلمانوں کی طبیعت پر بار ہوتا یا اس میں لوگ شک کرتے چنانچہ لوگ مجلسیں کرتے تھے اور اس میں روتے تھے۔

فلسفہ گریہ | کسی کی موت یا مصیبت کی داستان پر دل کا غمگین ہونا اور آنسو نکل آنا شریفانہ فطرت ہے اور اس سے قلبی تعلق رکھنے والوں کے لئے ایسا فعل ہے جس سے روکنا فطرت سے جنگ ہے۔

غالب نے ایک تعزیت نامہ میں کیا اچھی بات کہی ہے ایک کا کلیجہ

کٹ جائے اور اس سے کہا جائے نہ روؤ یہ کس طرح ممکن ہے لیکن رسم کے طور پر لوگ یہی کہدیا کرتے ہیں۔

اس فطری تقاضے کے علاوہ مرنے والے کا حق اور اس کا احترام ہے کہ اس سے قلبی تعلق رکھنے والے اس پر روئیں۔

آنحضرت کے فرزند ابراہیم کا انتقال ہوا آپ ان کی قبر پر گئے اور بے اختیار رونے لگے۔ صحابہ نے کہا آپ روتے ہیں؟ فرمایا یہ اس کا حق ہے

جنگ احد کے بعد انصار کی عورتوں کو اپنے مقتولین پر روتا ہوا دیکھ کے حضرت نے فرمایا دعمی حمزہ لابواکی کہ میرے چچا حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں۔

انصار نے یہ سنکر اپنی عورتوں کو بھیجا انھوں نے بڑے زور شور سے گریہ کیا آنحضرت نے ان کے لئے دعائے خیر کی اس وقت سے عرب میں دستور رہے کہ عورتیں اپنی میت پر رونے سے پہلے حضرت حمزہ پر روتی ہیں اس طرح رسول کی اس خواہش کا اب تک احترام کیا جاتا ہے۔

حضرت جعفر طیار کی شہادت پر آنحضرت ان کے گھر میں آئے اور ان کے بچوں کو گود میں لے کے رونا شروع کیا۔ ان کی بیوی سمجھ گئیں کہ جعفر شہید ہو گئے انھوں نے چیخ چیخ کے رونا شروع کیا اُن کی آواز سن کے محلہ کی عورتیں جمع ہو گئیں اور گھر میں کہرام برپا ہو گیا آنحضرت نے فرمایا جعفر ایسے شہید پر یونہی رونا چاہیئے۔

خاتونِ جنت رسول کی وفات پر دن رات رویا کرتی تھیں محلہ والے عاجز آگئے اور حضرت علی سے کہا ان کو سمجھائیے کہ یا دن کو رو یا کریں رات کو حضرت علی نے اہل محلہ کا یہ پیغام پہنچایا تو انھوں نے بقیع میں ایک حجرہ بنوایا اور صبح کو بچوں کی انگلی پکڑ کے وہاں چلی جاتی تھیں اور دن بھر رویا کرتی تھیں اس طرح

رسول کے بعد پچھتر دن کے اندر روتے روتے مر گئیں۔

حضرت عمر کے بیٹے کو شراب نوشی کی سزا میں درّے لگائے گئے جس سے وہ مر گئے حضرت عمر نے ان کا سر اپنے زانوں پر رکھ کر رونا شروع کیا۔ اور کہتے جاتے تھے فدا ہو میرا باپ اس بیٹے پر جسے حق نے قتل کیا۔

خاصانِ خدا جنھوں نے فلاح خلق کے لیئے اپنی جانیں قربان کیں ان کی شہادت اور مصیبت کو یاد کرکے رونا اس معزز قربانی کی تائید اس کا اعتراف اس کا حق ادا کرنا اور اس کی عزّت کرنا ہے جس سے غیر شعوری طور پر وہی جوش اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

امام زین العابدین کا گریہ باپ پر بیٹے کا رونا تھا بھائیوں بھتیجوں عزیزوں اور دوستوں پر رونا مسافرت کی موت پر رونا بیکسی اور مظلومی پر رونا بھوکے پیاسے شہید ہونے پر رونا کنبہ کی بربادی پر رونا ماں بہنوں کی اسیری پر رونا شہر شہر ان کی تشہیر پر رونا تھا واقعہ ہی ایسا تھا کہ اس پر جتنا بھی روتے کم تھا اس کا حق یہی تھا کہ آنکھیں اشک بار رہیں۔

وہ آنسو جو بزدلی سے نکلیں یقیناً قابل ملامت ہیں لیکن غیرت کے جوش میں نکلنے والے آنسو جوہر شجاعت ہیں۔ امام نے اپنے گریہ کا سبب خود بتایا ہے منہال نے ایک دن عرض کیا کب تک روئیے گا شہادت تو آپ کا آبائی ورثہ ہے فرمایا تم نے انصاف نہیں کیا بے شک میرا آبائی ورثہ شہادت ہے لیکن کیا ماں بہنوں کی اسیری اور ان کی تشہیر بھی آبائی ورثہ ہے۔

ایک دفعہ یہ بھی فرمایا کہ یعقوب کے ایک فرزند ان سے جدا ہو گئے تھے اور وہ جانتے تھے کہ زندہ ہیں مگر ہر وقت رویا کرتے تھے۔ میرے تو کتنے یوسف مجھ سے جدا ہو گئے۔ امام کے اس شدت گریہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا

ایسا غیور دنیا میں کوئی نہیں پیدا ہوا اور انکا دل محبت سے بھرا ہوا تھا بیشک اگر اس میں بیتابی اور تمکین و وقار نہ ہوتا تو وہ ان کی شان کے خلاف ہوتا اور اسی کی اسلام نے ممانعت کی ہے۔ لیکن اس گریہ کی امام نے تاکید کی اور ثواب

رونا کیوں ثواب ہے

بتایا یہ اس کے نتیجے کے لحاظ سے ہے کیونکہ اس سے حق و باطل میں امتیاز ہوتا ہے حق کی تائید اور باطل سے نفرت ہوتی ہے اور اتنی شدید کہ ہر رونیوالا یہ تمنا کرتا ہے یالیتنی کنت معکم فافوز فوزاً عظیماً کاش ہم آپ کے ساتھ ہوتے اور نصرت و شہادت کے بلند درجہ کو حاصل کرتے اور ہر سال یہ عہد کرتا ہے۔

حربی لمن حاربکم وسلمی لمن سالمکم جس سے آپ کی جنگ اس سے ہماری جنگ ہے اور جس سے آپ کی صلح ہے اس سے ہماری صلح ہے

اس طرح یہ رونا عبادت بھی ہے اور تمنائے شہادت بھی شجاعت کا جذبہ بھی ہے اور شہداء و صدیقین کی معیت بھی اور ان کی صلح و جنگ میں اپنی شرکت بھی۔

سیاسی اعتبار سے واقعہ کربلا کے مقصد کا تحفظ اس کی اشاعت یزیدیت کے خلاف جہاد۔ جنگ کا نیا طریقہ اور مجاہد کا ایسا کاری اسلحہ جس کی مدافعت سے دنیا کی طاقتیں ہمیشہ عاجز رہیں۔ جب ہم غور کرتے ہیں کہ امام کی اس وقت یہ حالت تھی کہ حامی و ناصر مفقود گھر اور کنبہ افراد سے خالی حکومت ظلم و جور کا ہر طریقہ اختیار کرنے پر آمادہ ان حالات میں حق کی حفاظت کے لئے ان آنسوؤں کے قطروں نے وہ کام کیا جو بڑی بڑی فوجوں سے بھی نہیں ہو سکتا اور دوسروں سے مجلس و گریہ کی فرمائش کر کے گھر گھر یہ محاذ قائم کر دیا۔ اور ہمیشہ کے لئے حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے اور حقیقت کو سمجھے ایک

ایک نقطہ خیال پر متحد ہونے کے لئے ایک تنظیم بنا دیا جس میں قوم منظم ہو کے ایک سیسہ ملائی ہوئی دیوار بن گئی مذہب کی حفاظت کا ایک مضبوط قلعہ بنا دیا جس میں رخنہ پیدا کرنے سے باطل عاجز ہو گیا۔

مجلس درس | مسجد نبوی میں مجلس درس قائم کی اور اسلام کی صحیح تعلیم سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ عقائد۔ عبادات۔ حلال و حرام۔ طہارت و دیات خمس و زکوٰۃ، صدقات۔ روزہ۔ نماز۔ حج اور جہاد میں جو تغیرات ہوئے ان سب کو بتایا قرآن کی تفسیر بتائی بڑے بڑے علماء اس مجلس درس سے علم و معرفت کی دولت لے کے نکلے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد کو بدعات۔ امویہ و عباسیہ پر مستقل کتابیں لکھی گئیں۔ اہلبیت کی فضیلت و مودت میں جو احادیث و آیات تھے ان کی اشاعت کی۔

تقیہ کا حکم دے کے اپنے متبعین کو محفوظ کیا کربلا کی خاک پر سجدہ کر کے قبولیت کی معراج دی سیرت رسول کا نمونہ پیش کر کے اسلام کا صحیح تعارف کرایا اور ایک ایسا تمدن قائم کیا جو ہر دور سے گذر کے آج تک پھلتا جا رہا ہے اور اس کو زندہ رکھنے کی ایسی آسان اور بے ضرر صورت مجلس و گریہ کی بتائی جو بڑے بڑے طوفانی دور سے قوم کو ڈوبنے سے بچاتی رہی۔ ذہن انسانی سے یہ بالاتر سیاست سوائے نبی و امام کے اور کوئی نہیں سوچ سکتا۔ امام کی اس عظیم الشان شخصیت سے خائف ہو کے ہشام نے زہر دے دیا جس کے اثر سے ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ میں آپ کی شہادت واقع ہوئی یہ ہے امام کی زندگی کا مختصر خاکہ آئندہ اڈیشن میں انشاءاللہ اس کے تفصیلات پیش کئے جائیں گے۔

ذرہ آستانہ اہلبیت

سبط شمس

کراچی ۱۰ ر دسمبر ۱۹۶۵ء

تعارف

دار التصنیف ایک علمی ادارہ ہے جس کے اغراض و مقاصد ان
دو باتیں خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

(۱) علمی، ادبی، تاریخی موضوع پر تحقیقی کتابیں شائع کرنا۔

(۲) قوم کے ذہین نوجوانوں میں تصنیف و تالیف کا ذوق پیدا کر
اور ان کی رہنمائی کرنا۔

اس وقت تک تین کتابیں اس ادارے سے شائع ہو چکی ہیں
اور چوتھی کتاب

تاریخ انقلابات اسلام

زیر ترتیب ہے۔ پہلی جلد عہد جاہلیت سے خلفائے راشدین
دوسری بنی امیہ اور تیسری بنی عباس کے دور تک کے حالات پر مشتمل
ہے۔ پہلی جلد بہت جلد معرض اشاعت سے گزر کر آپ تک پہنچنے والی ہے
اس میں پہلے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اسلامی دستور مدوّن، مکتوبی صورت
میں موجود ہے اور پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اس میں ہر دور میں کیا کیا تبدیلیاں
ہوئیں۔

